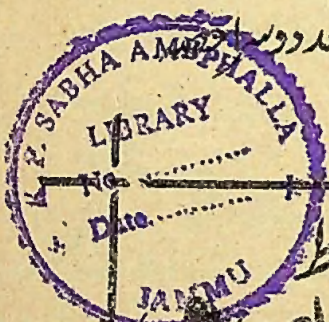


(13)

10-5-89

ایچ اقبال کی فریادی سائینز
احق اعظم عمران، ناصری گریڈ، پروفیسر وارک



President
A. B. S. Sadan (Regd)
JAMMU.

طاکٹرفیصل

مصنف: ایچ اقبال
قیمت دو روپے

خط و کتابت کا پتہ

ملازیم بک ڈپو، چتلی قبر، دہلی ۷

جلد حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

● اس ناول کے تمام واقعات،

مقامات اور کردار قطعی فرضی

ہیں، مخالفت محض اتفاقیہ ہوگی

● اس ناول کو کسی دوسری جگہ چھاپنے،

فلما نے یا کسی دوسری زبان میں

ترجمہ کرنے کے لئے پبلشر سے

تحریری اجازت لینا ضروری ہوگی،

ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

● پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر، انیس دہلوی نے، یونین پرنٹنگ پریسی

دہلی سے طبع کرا کر، راز بک ڈپو، چیتلی قبر دہلی ۶ سے شائع کیا۔

ایک لمحے کے لئے اس کا دماغ جکڑ گیا۔

اگر اس رفتار سے دوڑتی ہوئی کار اتفاقاً سے دوسری طرف فٹ پاتھ سے
 ٹکرا جاتی تو شاید ٹوسیٹر ادھر عمران کے ٹکڑے بھی دستیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ عمران
 کی انتہائی کوششوں نے اسے ٹکڑے سے اب تک بچا رکھا تھا۔

لیکن وہ دھماکہ — خدا کی پناہ — دور دور تک اس کی صدا راتے باز گشت
 سنائی دے سکتی، اگرچہ چاروں طرف چیخ و پکار کی صدائیں دی تھیں اس کے
 ساتھ ہی قرب و جوار کی عمارتیں بھی روشن ہو گئیں۔ شاید عمارتوں کے کیبن
 یہی سمجھ سکتے کہ کسی جنگ باز ملک نے ان کے ملک پر حملہ کر دیا ہے۔ سوتے
 سوتے بچے دہشت سے بے چین پڑے، اور ماں بے حد خوفناک ہو گیا۔۔۔

یہ دوسری مصیبت تھی، قاعدے کے مطابق عمران کو یہاں سے بھاگ
 جانا چاہیے تھا ورنہ وہ تیرہ دست آفت میں پھنس سکتا تھا، اس نے اپنے دل
 درست کئے اور ٹوسیٹر کو ریس گیر میں ڈال دیا۔ اس کے دل میں وہ
 ایک خواہش تھی کاش انجن پر تیز نہ آئی ہو، اگر انجن کا کوئی پرزہ ٹوٹ پھوٹ
 گیا تو پھر بچے کا سونا ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن ٹوسیٹر کا انجن جاگ رہا
 تھا۔ وہ پیچھے مٹی۔ عمران نے اسے تیزی سے سیدھا کیا اور پھر تیزی سے اسے
 انتہائی تیز رفتار سے چھوڑ دیا۔ وہ دور تک اپنے پیچھے شور و غل کی آواز نہ

سنتارہا۔ اس کا ذہن صرف اس حد تک قابو میں آگیا کہ اس نے وہاں سے
بھاگنے کی بات سوچ لی تھی۔ اسٹریٹنگ پراس سے ہاتھ کانپ رہے تھے۔
اور ٹوسٹر کو سنبھالنا اس کے لئے مشکل ہو رہا تھا۔ بہر صورت وہ کسی نہ کسی
طرح ڈرائیونگ کرتا رہا اور کسی نہ کسی طرح فلیٹ تک پہنچ گیا۔ ٹوسٹر گیند میں
بند کی اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا اُدھر آ گیا۔

گفتگو سچلے پر سلیمان نے دروازہ کھول دیا اور وہ بغیر کچھ کہے سے اندر
آگیا۔ کچھ دھمکے گھنٹے تک شاد کے چچے بیٹھے رہنے کے بعد ہی اس کے
اوسان بحال ہوئے۔ سر میں جو چوڑی لگی تھی وہ دکھ رہی تھی، اس کے علاوہ
زبان بھی زخمی تھی۔ وہ ایک صوفے پر دراز ہو گیا۔ اور اس سے آنکھیں
بند کر لیں۔

اسی وقت سلیمان کمرے میں داخل ہوا، عمران آنکھیں کھول کر اُسے
دیکھنے لگے۔

”یہ تھنے کا وقت ہے، سلیمان نے طنز یہ انداز میں کہا۔

”بھاگ جاؤ، عمران ہاتھ اٹھا کر غرایا اور سلیمان چونک کر اسے دیکھنے
لگا، دوسرے لمحے کان دبا کر وہ باہر نکل آیا۔ یہ ظاہر تھا اسے بہت خطرناک معلوم
ہوئی تھی۔ شاد دناوہی ایسے موقع آسکتے تھے جب سلیمان نے عمران کا یہ کہنا سنا ہوگا
اس کا جسم کپکپائے لگا، عمران نے پھر سے آنکھیں بند کر لیں۔ چند منٹ وہ اسی طرح
بیٹھا ہوا، ذہن کو سکون دیتا رہا۔

اندھ پھر اس کا ذہن جاگ گیا۔ اور وہ تمام واقعات پر غور کرنے لگا۔ یہ
چیٹی ناک والا کون ہے اور کیا کر رہا ہے شہر عمران کو اسی وقت ہو گیا تھا، وہ
پہلی بار اس نے پروفیسر اور اس کی لڑکی سے ملاقات کی تھی۔ اس کے ارادہ موافق

کہ وہ دونوں پہنچا ٹیرم کے زیراثر ہیں اور میرا سی دہلے سے چٹی ناک والے نے ملازم
بنکران کی گفتگو سننے کی کوشش کی تھی لیکن یہ اندازہ عمرانی نہیں کر سکا تھا کہ
وہ شخص اتنا خطرناک ہے۔

اور پھر اس کے بیٹا ٹیرم کرنے کا طریقہ بھی مختلف تھا۔ یقیناً وہ زبردست
قوتوں کا مالک تھا۔ کارستانی رقتار کے ساتھ دوڑتے ہوئے آدمی جینم کی طرح
بھٹ بھٹے جاتے تھے۔

خونناک گورو بیا جس کا وجود حیرت انگیز تھا۔ پڑیا گھر سے چرایا ہوا گورو
کا یہ بچہ اس مختصر سے عرصہ میں زیادہ قاتل گورو بیا بن گیا تھا۔

یہ تمام باتیں ایک دوسرے سے منسلک معلوم ہوتی تھیں۔ یقیناً یہ ایک پکر
ہے اور اس کا تیرا دو فرنا ہی چٹی ناک والا خطرناک آدمی ہے۔ وہ عمرانی کے
سامنے تھا جس نے پورے شہر میں سننی پھیلا دی تھی۔ جیسا کہ مجرمانہ کارروائیاں
کر رہا تھا لیکن عمرانی ابھی اس کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں دھونس
اور دھڑلے سے بھی کام نہیں چلا سکتا تھا۔ کیونکہ مقابلہ بھی کم خطرناک نہیں تھا۔
پھر اب کیا کرنا چاہیے رہا ایک بار پھر اس کا ذہن ناہر کی طرف گیا۔ اتفاقات
اب تک اس کے گرد عجیب تانا بانا بن رہے تھے۔ ناہر سے کوشش سے باوجود
ملاقات نہیں ہو سکی تھی نہ ہی ناہر کی طرف سے ملاقات کی کوشش کی گئی تھی۔۔۔۔۔
اس کی وجہ عمرانی کی کچھ عیب نہیں آرہی تھی۔ تجا نے وہ کس خیال کے تحت اٹھ کر فون کے
کے قریب پہنچ گیا اس نے بند ڈنگ کا ٹیچ کے نمبر ڈالے اور ریسور کان سے
لگا لیا۔ فون ریسور کرنے والا بھی ناہر ہی تھا۔

”خدا کا شکر ہے کہ تم سے ملاقات تو ہوئی۔“

”کوئی - عمرانی صاحب“

”خادم ہی ہے۔“

”میں خود بھی آپ سے ملنے کے لئے جیتا تھا۔ لیکن یقین کریں کہ کچھ ایسی مصروفیات میں پھنسا ہوا ہوں کہ چند منٹ کے لئے بھی وقت نہیں نکال سکا۔“
ناجہ نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔

”حالانکہ میں تمہارے جزیبے پر گوریلے کی تعزیت کے لیے بھی گیا تھا۔
موجودہ کو دیکھا بھی تھا۔ بڑی اچھی شخصیت کے مالک تھے، لیکن وہاں پروفیسر
سے ملاقات ہو سکی تھی۔“

”ہاں۔ انکل نے مجھے بتایا تھا۔“ ناجہ نے جواب دیا۔

”بہر حال آج اس وقت تک اسی لئے جاؤں گا کہ اتنی رات گئے تو
غزور ملاقات ہو جائے گی۔ کیا تم نے کہیں عشق فراموش کر دیا ہے۔“
”عشق؟“ کہوں۔ ”ناجہ کی آواز آئی۔“

”سنو بے شک عشاق ذات بھر جاگتا کہ تارے کرتے ہیں۔“

”اس وقت آسمان پر ایک بھی تارا نہیں ہے عمران صاحب!“
”تو پھر کیا کر رہے ہو۔“

”لیبارٹری میں مصروف ہوں۔“

”مجھے یقین ہے کہ تم مصروف ہو گے، بہر صورت کل ملاقات ہو سکی گی۔
”اُسی وقت تشریف لے آئے۔“

”تشریف چھٹی پر ہے، اور میں نے آنے کے قابل نہیں ہوں۔ اس لئے

اب کل ہی ملاقات ہو سکے گی۔“

”اوکے۔ میں انتظار کروں گا۔“ ناجہ نے کہا۔ ”اللہ حافظ!“ کہہ کر
فون بند کر دیا۔ اس سے فون پر زیادہ لمبی گفتگو نہیں کی جاسکتی تھی۔

حالات ایسے ہی تھے۔ پہلے بھی عمران کو شبہ ہوا تھا کہ اس کے فلیٹ کی نگرانی کی جا رہی ہے، اور اب تو اسے یقین ہو گیا تھا کہ فلیٹ کی نگرانی کی جا رہی ہے۔
 ورنہ ان لوگوں کو اس کے پردہ گرام کی خبر ہرگز نہیں ہو سکتی تھی۔ ممکن ہے کہ اس کا فون بھی ٹیپ کیا جا رہا ہو، اور اس کا یہ خیال غلط نہیں تھا۔ ناصر اپنی راتیں لیبارٹری میں گزار رہا تھا۔ یقیناً وہ اس سلسلے میں کافی دور پہنچ گیا تھا۔ لیکن کیا پرو فیسر عابد ادر جی ناگ والا اس کی نگاہوں میں اچکے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عمران ناچر کیلئے بہت سی اطلاعات فراہم کر سکتا تھا۔ وہ سوچتا رہا۔

اسی وقت دروازے پر آہٹ ہوئی اور عمران چونک کر اس طرف دیکھنے لگا۔ سلیمان اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر ٹوٹے تھی جس میں کافی کے برتن سجے ہوئے تھے۔ اس نے کافی کی ٹوٹے میز پر رکھ دی اور کافی بنانے لگا۔ عمران اس حرکت پر دل ہی دل میں مسکراتے لگا۔ ویسے یہ حقیقت تھی کہ اس وقت عمران کو کافی کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی لیکن چونکہ رات کافی گزر چکی تھی اور سلیمان نے بگڑے ہوئے موڈ کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس سبب اس نے صبر کر لیا تھا۔ لیکن سلیمان اس کی رگ رگ سے واقف تھا۔

”شکر ہے؟“ عمران نے کہا اور کافی اٹھالی۔ سلیمان وہیں کھڑا رہا۔
 ”اب تم آرام کرو سلیمان۔“ عمران بدستور سختی سے بولا۔
 ”سر سلطان کا فون آیا تھا۔ اہوؤں نے کہا ہے کہ کل آپ ان سے فور مل لیں۔“ سلیمان نے اطلاع دی۔

”اوکے۔ اچھا ٹھیک ہے۔ میں کل ان سے ملاقات کر لوں گا۔“ عمران نے کہا اور کافی کے گھونٹ پیئے رگا۔ تھوڑی دیر تک سلیمان وہیں کھڑا رہا پھر پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

صبح کے پونے سات بجے کال بیل بج اٹھی اور سلیمان کین سے بھانکے لگا
 عمران حسب معمول جاگ گیا تھا۔ حالانکہ مشکل صرف دو گھنٹے کی نیند نصیب
 ہوئی تھی لیکن اس کے صبح کے جاگنے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔
 ”پتہ نہیں کون ہے۔“ سارے صبح ہی صبح آرتے ہیں سلیمان بڑبڑاتا
 ہوا دروازہ کی طرف گیا اور اس نے بڑا سامنے بولتے ہوئے دروازہ کھول
 دیا۔ سارے کیپٹی فیاض کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور حلیہ
 بری طرح بگڑا ہوا تھا صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ رات بھر جاگتا رہا ہے۔
 سلیمان دروازہ سے ہٹ گیا، اور فیاض اندر داخل ہو گیا۔
 ”عمران اندر موجود ہے۔“ اس نے پوچھا۔
 ”جی ہاں صاحب! سلیمان نے کمرے کی طرف اشارہ کیا اور فیاض
 کمرے کی طرف چھو گیا۔
 ”محنت خورے اب ظاہر ہے ناشتہ بھی نہیں کریں گے،“ سلیمان بڑبڑاتا
 ہوئے دروازہ بند کرنے لگا اور پھر واپس چلا گیا۔
 فیاض کمرے میں داخل ہوا لیکن عمران وہاں موجود نہیں تھا۔ البتہ باغیچہ
 سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ اور پھر عمران کی آواز سنائی دی۔
 ”لیے سلیمان کون آیا ہے؟“

لیکن شاید سلیمان تنک اس کی آواز نہیں پہنچ سکی۔

”جو کوئی بھی آیا ہے کہدے کہ صاحب گھر یہ نہیں ہیں۔ عمران نے پھر ہانک لگائی۔
”باہر نکلو۔ تم گھر یہ موجود ہو۔“ فیاض سحت ایسے میں بولا۔

”باپ رہے باپ۔ پولیس۔“ اندر سے عمران کی گھگھیاٹی ہوئی آواز آئی۔

اور پھر چند ہی منٹ بعد وہ اپنا بدن گون سے ڈھانکے ہوئے باہر آگیا اور خونخوار
نظروں سے فیاض کو گھورنے لگا۔

”گویا صبح ہی سے شیدطان سوار رہے۔“ فیاض مسکرایا۔ اس کا مقصد

عمران کی شرارت سے تھا۔

”نہیں۔ ابھی ابھی ناول ہوا ہے۔“ عمران نے برجستہ جواب دیا اور فیاض

جھینپ گیا۔ اس کی کہی ہوئی بات اس پر چمک گئی تھی۔

فیاض سے کوئی جواب نہیں بن پڑا اور وہ مسکراتا رہا پھر بولا۔

”چلو۔ ڈھنگ سے لباس تبدیل کرو۔“

”تت۔۔۔ تمہارے سلنے سوپر۔ آری ہی ہی۔“ عمران شرلے ہوئے

انداز میں بولا۔ فیاض اس کے اس انداز پر اپنی ہنسی کو نہیں روک سکا۔

”سو پرین دست کرو۔ اور ہاں اپنے گورنر سے ایک پیالی چائے کے لئے کہو۔“

فیاض نے ہنستے ہوئے کہا۔

ہائے ہائے۔ کیا بڑا وقت آگیا ہے۔ گورنر صاحب اب چائے کی دکان

کھول بیٹھے ہیں۔“ عمران نے جرت سے آنکھیں میچا کر کہا۔

”تمہارے ملازم بھی تو خدو میں کسی گورنر سے کم نہیں ہیں۔“

”اوہ۔“ عمران گردن ہانک کر آہستہ سے بولا۔ اگر بات چائے پر ہی ٹل جائے

تو پھر غنیمت ہے۔“

ہا کل نہیں۔" ناشتے کے لیے بھی کہتے آنا فی الحال چلنے سے کام چلا رہا ہو۔
فیاض نے اس کی بات سن لی تھی۔

مر گئے۔ "عمران گرا ہا! پھر کمر سے ہار نکلی گیا چند منٹ بعد ہی وہ
باتا عدہ لباس میں عمران فیاض کے سلتے آیا اس کی نظریں فیاض کے چہرے پرچی
ہوئی کھلیں، ذرا دیر بعد اس نے کہا۔
"یقیناً کئی سنی چیز ہزلے کراتے ہو سوپر۔ اور شاید رات بھر جاگتے
ہی رہے ہو۔"

جی ہاں۔ شرکٹ صاحب! ٹھیک فرمایا آپ نے۔ لیکن اس بات کا
تو ایک بچہ بھی اندازہ رکھا تھا۔ فیاض نے زہریلے انداز میں کہا۔
"شرکٹ ہو مرنے بھی بچہ ہی تھا۔ اگر وہ اس زمانہ میں ہوتا تو آٹے وال کا بھٹا
معلوم ہو جاتا۔"

خیر بہر حال یوں سمجھ لو کہ تمہارا اندازہ کھٹیک ہے۔ فیاض نے بات ختم
کرنے کے لیے کہا اور چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ عمران خاموشی
سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ ویسے اس کے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ ممکن ہے
فیاض راست کے واقعہ کی وجہ سے یہاں آیا ہو۔

اسی وقت سلمان چلنے کی ٹرے لے آیا اور دونوں آسے دیکھنے لگے
پھر چائے اُن کے سامنے سرد ہو گئی۔ اور فیاض ایک طویل سانس لیکر چائے
کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"آں ہاں۔ آنکھوں کو زبردستی جھٹک کر ہلاؤ پھر سکراؤ اور ٹپکی
سی آواز نکالتے ہوئے۔ میری طرف متوجہ ہو جاؤ۔ ٹپک ایکیشی یہ ہے۔ عمران
بولے۔" غالباً آج کل تم گیری کو پہ کی ادکاری کی مشق کر رہے ہو۔"

کہتے یا خون کے ہم کہتے۔

”بات واقعی سننی خیر ہے۔“ عزائم نے گردن ہلاتی۔

”مصیبت میری گردن پر ہے۔ شاید تمہیں علم ہو کہ چند روز قبل ایسا ہی ایک دھماکہ برکتہ روز پڑ چکی ہوا تھا۔ اب یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ میرے سر پر پہلی وہ کیس تھا۔ یعنی پروفیسر عابد کے اسسٹنٹ رضوی کا اور اب یہ مصیبت اور گلہ پڑ گئی۔“

”اوہ۔ کیا مطلب۔“

”مطلب یہ کہ رحمان صاحب میرے معاملے میں حاتم طائی بنے ہوئے ہیں۔ جو کیس بھی ہوتا ہے۔ بس میں ہی نظر آتا ہوں۔“ فیاض جھلکے ہوئے اناراز میں
”تو یہ کیس بھی تمہارے سپرد کیا گیا ہے۔“

”ہاں۔ سچ لگے جھلوں کے، یعنی برکتہ روز کی فائنل بھی میرے پاس آگئی۔“
پروفیسر عابد کے بارے میں کچھ اور ہوا۔

”ابھی تک نہیں۔ تمہارے آشرے پڑا تھا۔ لیکن تم نے بھی کچھ نہیں کیا۔“
میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔ دراصل میں آج کل اپنی تھوڑی سی
کی ادھر مالنگ کرنے کی فکر میں ہوں۔ بکھت نہ کام ہی چھوڑ دیا ہے۔

”بھر تو مصیبت ہی ہو جائے گی۔ ایکس تمہاری تھوڑی کا سہارا تھا۔“
میرے خیال میں تھوڑی سی پالس کی نوکری، کہیں تھوڑی بہت زمین نیگر
بل چلائیں گے، خوب دودھ دی کرانے کو ملے گا۔ کیا سمجھو؟

”واقعی حالات تو کچھ ایسے ہیں، آج نہیں تو کل ایسا کرنای پڑیگا۔“
فیاض نے پڑ مردہ سی مسکراہٹ سے ساتھ کیا۔

پھر جب کل یہ کرنای ہے۔ تو آخری سے کیوں نہ شروع کر دوں

”فضول بائیں مٹ کر دیار... میں کھیتی باڑی کا مشورہ لینے یہاں

نہیں آیا ہوں۔“ فیاض جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

”میں تو ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ بتاؤ کیا چاہتے ہو۔“

”چلو۔ چل کر جلتے و اردات دکھا دوں۔ لیکن ہے وہاں تم کچھ اندازہ

کر سکو۔“ فیاض نے کہا۔

”ضرور! میرا کیا حرج ہے۔“ عمران تیار ہو گیا۔ اور پھر اس نے سیلوان

کو آؤ از دی اور چنر منٹ بعد دونوں ناشتہ کرنے لگے۔

عمران خود بھی رات کے واقعات جاننے کے لئے بے چین تھا۔ رات کے

پراسرار واقعات اب بھی اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے، اور

اب فیاض اسے لیتے جا رہا تھا۔ یہ شکل بھی بڑی نہیں تھی۔ اس لئے وہ سنجیدہ

ہو گیا۔ فیاض کے بعد اسے ناچر سے ملنا تھا، پھر سر سلطان سے، اس لئے وہ

فیاض سے جلدی فارغ ہو جانا چاہتا تھا۔

ناشتہ ختم ہو گیا، پھر وہ جانے کی تیاری کرنے لگے، چلتے وقت عمران نے

ایک ٹین کی ڈبیہ ساتھ لے لی۔ فیاض کو اس سے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔

مختوری دیر بعد وہ فیاض کی کار میں جانے واردات کی طرف روانہ ہو گئے۔

اپنی ڈیڑھ اسٹین نے نہیں نکالی۔ کسی بھی طرح اگر فیاض وہ ڈیڑھ دیکھ لیتا

تو عمران کو اپنی جان چھڑانی مشکل ہو جاتی۔ کیونکہ ونڈا سکرین کا جورا پڑ چکا تھا،

ادرا یک ہیڈنٹ والی کار کے بارے میں فیاض کو تفصیلات پل چکی تھیں۔

وہاں پہنچنے سے بعد عمران دیکھا کہ ایک بہت بڑا علاقہ پولیس کے گھیرے میں تھا

اس کے بعد دور تک لوگوں کا ہجوم تھا۔ فیاض کو مسلسل ہانسن دینا پڑا تب

کہیں جا کر پولیس کے گھیرے تک پہنچنے کا راستہ مل سکا۔ لوگ پورے شہر سے

اس واقعہ کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے وہاں اٹھائے گئے۔ اور وہاں
اور بھی حکام موجود تھے۔

کار ایک طرف کھڑی کر کے فیاض نیچے اتر آیا۔ عمران بھی دوسری طرف
سے کار سے نکل آیا، اور پھر دونوں پولیس کے پھیرے سے نکل کر اس جگہ پہنچے
جہاں جس جگہ فیاض کے بیان کے مطابق خون ہی خون تھا۔

بڑی عجیب کیفیت تھی۔ سڑک پر خون جما ہوا تھا۔ لیکن حیرت کی بات
یہ تھی کہ خون نے بہت بڑا علاقہ نہیں گھرا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ
بہت کم دباؤ سے آیا ہے اور اس کی ایک ہی وجہ ہو سکتی تھی وہ یہ کہ خون پہلے
ی سے کافی گاڑھا تھا لیکن اس سے بھی اہم بات جو عمران کے ذہن میں
محسوس ہو رہی تھی وہ بہت پر اسرار اور درشتناک تھی۔

کیا ان لوگوں کے جسم میں ہڈیاں نہیں اٹھیں۔ عمران نے انہیں
اپنی کار کے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھا تھا وہ ان سے جنگ بھی کر چکا تھا۔ وہ
لوگ انسان ہی تھے اب صرف خرقہ اتنا تھا کہ ان کے چہرے وحشت زدہ تھے۔
اور چہرے پر پاکی لگے ہوئے تھے۔ لیکن باقی جسم میں کوئی فرق نہیں تھا۔ پھر اگر
وہ عام انسان ہی تھے تو ان کی ہڈیاں اور سر کہاں گئے۔ تمام ہڈیوں اور سر
کا خون کی شکل میں تبدیل ہو جانا حیرت انگیز واقعہ ہی کہا جاسکتا تھا۔ اسے تعجب
تھا کہ پولیس کے افسران نے ابھی تک اس بات پر توجہ کیوں نہیں دی تھی حالانکہ
صاف ظاہر تھا کہ یہ خون کی بالیاں تو کسی نے یہاں لا کر ڈالی ہیں نہیں دی تھیں
تاہم عمران نے فیاض سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ اور خاموشی سے اطراف کا جائزہ
لینے لگا۔

کوئی خاص بات معلوم ہونے کا سوال ہی نہیں تھا۔ کیونکہ کوئی خاص بات

اور اس کے علاوہ تو ہوی نہیں سکتی تھی جو عمران جانتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ پھٹ جائے
 والا آدمی یقیناً کسی سائنسی ناموسے کی پیداوار تھا۔

چھٹی ناک والا کون ہے۔ " یہ خیال بار بار عمران کے ذہن حکر لگا رہا تھا۔
 وہ اپنے اختیارات سے کام لے کر اسے گرفتار کر سکتا تھا، گرفتاری کے بعد اس
 کے بارے میں معلوم کر سکتا تھا۔ لیکن یہ اس کے اصول کے خلاف تھا۔ اس
 نے آج تک کبھی ایسا نہیں کیا تھا، اور اب بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔
 "کیا اس خون کا نمونہ کسی لیبارٹری میں بھیجا گیا ہے۔" عمران نے فیاض
 سے پوچھا۔

"ابھی تو نہیں ویسے ظاہر ہے کہ اس کا تجربہ ضرور کیا جائے گا۔"
 "مجھے بھی اس میں سے کھوڑا سا خون چاہیے۔" عمران نے کہا۔
 "تم کیا کرو گے۔" اس نے تعجب سے پوچھا۔
 "تو س پر لگا کر کھاؤں گا، اور مسٹر فلائی بن جاؤں گا۔" عمران نے
 گردن اٹھا کر کہا۔

"بھئی سنجیدگی سے بات کرو ظاہر ہے کہ یہ میری ملکیت تو ہے نہیں" فیاض
 کہنے لگا "مگر تم اگر چاہتے ہو تو فرو لے لو۔ مگر اسے کس طرح جاؤ گے۔"
 یہ سن کر عمران نے وہ خالی ڈبہ جیب سے نکال جو وہ اپنے ساتھ لے آیا
 تھا۔ "گد یا یہ خیال تمہارے ذہن میں پہلے سے موجود تھا؟" فیاض پھر بولا۔
 "اوہ۔ نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوا اصل یہ ڈبہ آواز صاف کرنے
 والی گولیوں کی ہے۔ اور آجکل میں گانے کی مشق کر رہا ہوں۔ تاکہ محفل موسیقی
 میں لے سکوں۔"

اور پھر وہ ایک جگہ زمین پر جھک گیا۔ اس نے لکڑی کی مدد سے کھودا

خون کھڑا اور ڈبیہ میں رکھ لیا۔ ڈبیہ بند کر کے اس نے کوٹ کی جیب سے ڈال لیا۔
کیا نتیجہ افذ کیا تم نے۔؟ فیاض نے پوچھا۔

”حیرت انگیز واقعہ ہے سو یہ امیری عقل چکر اگئی۔ کیا وہ فاقی خون
کے ہم تختے۔؟ اور پھر ان کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ عمران پر خیال انداز میں
کھنکھنے لگا۔

اور یہ مصیبت میرے سر منڈھ دی گئی ہے پہلے ہی بلا میں کیا کم تھیں
کہ یہ بلا بھی میرے سر نقوب دی گئی۔ بھلا بتاؤ جہاں تمہاری عقل ساتھ چھوڑ
ہی ہے وہاں میں کیا کروں گا۔“

”میں نے تمہیں بہترین مشورہ دیا تھا۔ چھوڑو اس جکر کو مانگیوں
بیس روپے من ہو گیا ہے۔ اب ہم کاشت کرینگے اور عیش کریں گے۔“

فیاض کچھ نہیں بولا۔ کافی دیر تک عمران اس کے ساتھ چاروں طرف کا
جائزہ لیتا رہا۔ پھر بولا۔ ”اب میں اس خون کا کیمیاں تجزیہ کراؤں گا۔ پھر
رپورٹ ملے گی اس سے تمہیں بھی آگاہ کر دوں گا۔“

اور خود بھی محظوظ ہوں گا۔ ویسے گورنٹ

کی لیبارٹری کی رپورٹ بھی مجھے ملنی چاہیے، اس کے علاوہ اس سلسلہ میں
تم جب چاہو مجھ سے ملاقات کر سکتے ہو جوئی بات ہو وہ مجھے بتاتے رہتا۔
میں تمہاری مدد کروں گا۔ عمران کہنے لگا اور فیاض سمجیدہ نظروں سے اسے
دیکھنے لگا۔

”ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی کر دوں گا۔“ اس نے جواب دیا۔
”اچھا۔ اب مجھے اجازت دو،“ عمران اس کی طرف ہاتھ اٹھا کر
بولا۔ اور پھر وہ پولیس کے حصار سے باہر نکل آیا۔ کافی دور تک اسے ہجوم کی

اسے شک کی نہیں بل سکی، اور اُدھر جانے کے بعد ایک ٹکیسی بل گئی۔ جس میں بیٹھ کر وہ سر سلطان کی طرف روانہ ہو گیا۔

پچھلے کچھ دنوں سے بہت پُرا سرار واقعات سامنے آ رہے ہیں۔ حالانکہ براہِ راست اُن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے ہر شخص کا فرض ہے کہ شہریوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ میں نے بذاتِ خود بھی حالات کے بارے میں معلوم کیا تو واقعی مجھے یہ ایک سیدھا سا معاملہ معلوم ہوا۔ اور چونکہ ہر شخص اپنی سمجھ اور اپنے اختیارات سامنے رکھ کر رہتا ہے۔ چنانچہ میرا خیال تمہاری طرف گیا مگر سب سے کہ تم اپنے آپ کو خدائی فوجدار سمجھتے ہو۔ چنانچہ ان معاملات میں تمہارا دلچسپی نہ لینا تعجب خیز محسوس ہو رہا ہے۔ اسی لئے میں نے تم کو فون کیا تھا۔ ”سر سلطان عمران سے کہہ رہے تھے۔

لفظ ”خدائی فوجدار“ پر عمران مکرانے لگا۔ اور سر سلطان اس کی شکل دیکھنے لگے۔

”کیا میرا خیال غلط ہے۔“

”کون سا خیال؟“ عمران نے پوچھا۔

”میرا مقصد ہے کہ ان پُرا سرار واقعات کی تہہ میں کوئی خاص ہاتھ

کام کر رہے تھے۔

”ظاہر ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ آپ کسی نئے واقعہ سے واقف نہیں ہیں۔“
 کیا کوئی اور نیا حادثہ ہوا ہے؟“ سر سلطان چونک پڑے۔

”ہاں۔ لیکن شاید اس کی خبر اخبار میں نہیں آئی ہوگی۔ کیونکہ کچھ رات
 واقعہ ہوا ہے۔ ویسے میں نے کچھ اخبار نہیں دیکھا ہے۔“ سر سلطان نے کہا
 اور کچھ کھینچ بی کر ملازم کو بلانے لگے۔۔۔۔۔ ملازم سے اکھوں نے اخبار لگوانا
 اور اکھوں نے جلدی جلدی اس کی سرخیاں دیکھنی شروع کیں۔ کچھ صفحہ پہلی
 سرخی کے ساتھ دھماکے والی خبر موجود تھی۔ سر سلطان نے پوری خبر پڑھی۔
 اور حیرت سے اسی لیے میں نے خاص طور سے تمہیں متوجہ کر رہا ہوں۔ کئی ایسے
 واقعات سامنے آتے ہیں بعد میں وہ بے حد پراسرار ثابت ہوتے ہیں۔
 جی ہاں۔ ایسا تو ہوا ہے۔“

”تو کچھ ظاہر ہے کہ تم خاموشی نہیں بیٹھو گے۔ اور اگر اس سلسلے میں
 تم نے کچھ کر لیا ہے تو مجھے کچھ حقور بہت بتاؤ۔“

آپ نے کھوڑے بہت کی بات کی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جو کچھ میں بتاؤ
 آپ اس کی وضاحت طلب نہیں کریں گے۔ عمران نے کہا۔

”مالانکہ یہ بات غلط ہے۔“ کچھ بھی میں تمہاری شرط منظور کرتا ہوں۔
 ظاہر ہے کہ تم یہ شرط کسی وجہ سے لگاتے ہو۔ سر سلطان بولے۔

عمران نے اپنی جیب سے خون کی ڈبیہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دی۔
 یہ کیلے؟“ سر سلطان نے حیرت سے کہا۔ اور عمران نے ڈبیہ کھول دی

اور سر سلطان اسے جھک کر دیکھنے لگے۔ اور کچھ اکھوں نے جیب سے رومال
 نکال کر ناک پر رکھ لیا۔ ”یہ کیا چیز ہے؟“ آخر اکھوں نے کچھ نہ سمجھ کر پوچھا۔

وہ خون جو دھماکے کے بعد پھیل کر سڑکوں پر جم گیا ہے۔۔۔
 "خون.....؟ سرسلطان شی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
 "ہاں۔ ظاہر ہے کہ اجبار میں آپ نے پوری جڑ پھیں ہے۔
 "مم..... مگر یہ خون؟

"حیرت انگیز ہے، میرا خیال ہے کہ یہ ایک لکڑی پر لیٹ سکتا ہے اس
 کی فاصلیت رہے۔۔۔۔۔۔" عمران نے پراسرار انداز میں بولے۔
 "صاف سی بات یہ ہے کہ یہ وہ خون کا نمونہ ہے جو سڑک پر موجود
 میں وہیں سے یہ نمونہ لایا ہوں۔ تاکہ اس کا کیمیائی تجزیہ کیا جاسکے؟
 "اچھا۔" سرسلطان کا چہرہ پوری طرح کھل اٹھا۔ اس کا مقصد یہ
 ہے کہ تم پوری طرح دلچسپی لے رہے ہو۔"

"آپ کی توقعات سے کہیں زیادہ۔" عمران سنجیدگی سے بولا۔
 "کیا مطلب۔؟"

"آپ نے اجبار میں پڑھ لیا ہے۔ کہ دھماکوں کے فوراً بعد ایک کار کو برق
 رفتاری کے ساتھ دوڑتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی کار ایک
 عمارت سے بھی ٹکرائی تھی۔ حیاں ہے کہ وہی کار ریورس ہو کر فرار ہوئی ہے
 اور اس کا ان دھماکوں سے فروزن تعلق ہے۔"

"ہاں پڑھ لیا ہے۔"

"تو آپ یہ سن کر تعجب نہ کیجئے گا کہ وہ میری کار تھی۔" عمران نے بتایا کہ
 "تمہاری۔" سرسلطان برسی طرح اچھل پڑے۔

"ہاں،" عمران سکون سے بولا۔ اس لیے کہ میں ان حادثات کے ذمہ دار
 کی راہ پر لگ چکا ہوں، اور ای لیے وہ مجھ کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔ انھوں

نے پہلے مجھے قید کر لیا تھا۔ اور میں ان کی قید سے نکل بھاگا، پھر ملین وحشی انسانوں
نے میرا تعاقب کیا۔ میں کا دلے کر بھاگا۔ کار کی رفتار بڑھتی ہی جا رہی تھی لیکن
ان وحشیوں کا فاصلہ اس سے کم ہوتا جا رہا تھا۔ وہ کار کے ساتھ ساتھ دو طرف
تھے۔ بلکہ اس سے بھی تیز دوڑ رہے تھے۔

”کیا۔؟“ سر سلطان پھرنے میں بولے۔

”ہاں وہ ستر میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہے تھے۔ قریب تھا کہ
وہ مجھے پکڑ لیتے۔ لیکن میں نے کار کی رفتار اور بڑھادی۔ اور اچانک
ایک دھماکے کے ساتھ وہ تینوں پھٹ گئے۔ دھماکے اتنے شدید تھے کہ میں
اپنی ٹوسیر کو بھی دسمیٹال سکا اور وہ ایک عمارت سے جا ٹکرائی۔ میں
وہاں سے بمشکل فرار ہو سکا۔“

سر سلطان کی آنکھیں پھیلی اور منہ کھلا ہوا رہ گیا۔ چند منٹ اسی
عالم میں گزر گئے۔ پھر وہ بولے۔

”یہ تو الف لیلہ کی کہانی معلوم ہوتی ہے۔“

”جی ہاں کوئی افراسیاب آگیا ہے یہاں؟“ عمران نے کہا۔

”مگر یہ ستر میل کی رفتار سے دوڑنے والے آدمی.... اور پھر وہ

کسی بم کی طرح پھٹ پڑے۔ آخر یہ معاملہ کیا ہے۔؟“

”اس سے پہلے چڑیا گھر سے ایک گوریلے کا بچہ چرایا گیا تھا۔ اور پھر
میں دنوں بعد ایک جزیرہ پر ایک بھیانک گوریلے نے تیلہی مجادی تھی۔“
عمران نے کہا۔

”کیا مطلب؟“ سر سلطان پھر حیرت سے بولے۔

”میں عرض کر چکا ہوں کہ کسی بات کا مطلب مجھ سے مت پوچھیے“

عمران مضبوط لہجے میں بولا۔

سرسلطان چند لمحوں تک پریشان نظروں سے اسے دیکھتے رہے اور چند منٹ بعد وہ سمجھ گئے کہ عمران کیا کہنا چاہتا ہے۔

”اوہ۔ تمہارا مطلب یہ ہے کہ شہر میں کوئی ایسی شخصیت گھس آئی ہو جو ان واقعات کی ذمہ دار ہے۔ وہ شخص کوئی خطرناک سائنسدان ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے۔“

”اب مجھے ایک ایسا خصوصی اجازت نامہ چاہیے جس کے تحت ملک کی کسی بھی بڑے آدمی پر ہاتھ ڈال سکوں۔“ عمران نے ان کی بات کا جواب دے کر بیٹھ گیا۔

”کن ہے وہ۔“

”یہ نہیں بتا سکتا۔“

”تم میرا دماغ خراب کر دو گے۔“ سرسلطان گردن ہلاتے ہوئے جھپٹا ہوتے انداز میں بولے۔

”اسی لیے عرض کر رہا ہوں کہ قبل از وقت مجھ سے کچھ معلوم نہ کریں۔“ واقعی غلطی میری ہے۔ مجھے یہ سوچ کر خاموش ہو جانا چاہیے تھا۔

کہ تم آرام نہیں کر رہے۔“ سرسلطان اسی انداز میں بولے۔ ”بہر حال ٹھیک ہے۔ اجازت نامہ تمہیں کل تک مل جائے گا۔ کیونکہ اسے براہ راست صدر صاحب سے حاصل کرنا ہو گا۔“

”شکریہ ا۔“ اجازت اُمران کو مل ہو گیا۔ اور سرسلطان نے عصا

کے لیے بڑھا دیا۔ پھر عمران باہر نکل آیا۔ ٹو سیٹر نہ بونے کی وجہ سے کھوڑی سی پریشانی ہو رہی تھی ویسے کام کرنے کے لئے کار رانا پولیس سے حاصل کی

جا سکتی تھی۔ لیکن اسے پہلے نامہ سے بلٹا کر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ نامہ اس کا
انتظار کر رہا ہوگا۔ آج بمشکل تمام تو اس سے رابطہ قائم ہو سکا تھا۔
اور جس طرح سر سلطان عمران سے توقع کئے ہوئے تھے اسی طرح عمران جانتا
تھا کہ نامہ بھی خاموش نہیں رہا ہوگا اور اس سلسلہ میں کافی معلومات
اسے حاصل ہو چکی ہوں گی۔

مختواری دیر بعد اسے ٹیکسی مل گئی۔ اور وہ اس میں بیٹھ کر بیٹڈونگ
کائیج کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس نے تعاقب کا خاص خیال
رکھا تھا۔ لیکن بیٹڈونگ کائیج پہنچنے تک کوئی ایسی گاڑی نظر نہیں
آئی جس پر تعاقب کا شبہ ہوتا۔

تنگی میں آتشیں سیال کھول رہا تھا اور اس کے قطرے ایک لمبی نیلکی
سے ایک برتن میں گر رہے تھے۔ بڑے میاں قطروں سے گزرنے والے وہیں کو
دیکھ رہے تھے اور نامہ ان سے دور کھڑا ہوا ایک میز کے قریب چارٹ پر کچھ لکھ
رہا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں لیکن جسم کے کسی حصے سے بھی
محققان کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔

بڑے میاں نے قطرہ والا برتن ہٹایا اور ایک طرف لگی ہوئی ایک
مشین کا سوئچ آف کر دیا۔ میاں کھولنا بند ہو گیا۔ پھر بڑے میاں وہ برتن

لے کر نامہ کے پاس پہنچ گئے۔ نامہ نے وہ برتن ایک ٹسٹ مشین کے نیچے رکھ دیا۔ اندھیرہ اپنا چارٹ مکمل کر کے اس برتن کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کافی دیر تک وہ ٹسٹ مشین پر کام کرتا رہا۔ اور بڑے میاں ایک ٹانگ کی ادور لانگ اسٹول پر بیٹھ کر کھڑکی کے باہر کا منظر دیکھتے رہے۔

فضا کمر آلود تھی۔ موسم بھگیا بھگیا سا لگ رہا تھا۔ اس بھگے موسم میں کسی عمارت سے اکھٹا ہوا دھواں کسی ایسی پہاڑی بتی کا منظر پیش کر رہا تھا جو ہر طرف سے برف سے ڈھکی ہوئی ہو۔ اور اس باتی کے آفری مکان میں کوئی دو تیزہ شب خوابی کا لباس پہنچے ہوئے صبح کا ناشتہ تیار کر رہی ہو اور دھواں اس کے رخساروں کو چھوتا ہوا آسمان کی طرف اونچا ہوتا جا رہا ہو۔

”انکل“ نامہ کی آواز نے بڑے میاں کو چونکایا اور وہ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ نامہ اب اپنا اپن کھول رہا تھا اور پھر اس نے اپن ایک طرف ڈال دیا اور ایک طویل انگڑائی لے کر مشین کے پاس سے ہٹ آیا۔

”کیا دیکھ رہے ہو انکل“ اس نے بڑے میاں کے قریب پہنچ کر کہا۔

”افق سے اس پر بارش پڑ رہی ہے جس کے چاروں طرف اونچی نیچی پہاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں اس کے دائیں میں ایک لکڑی کا مکان ہے جس کے سامنے کے احاطے میں دودھ دینے والی سفید گاہیں جگالی کر رہی ہیں۔ کتارے پر دو کتے بیٹھے ان کی رکھوالی کر رہے ہیں۔۔۔۔ اور۔۔۔ بڑے میاں خوابناک انداز میں کہہ رہے تھے۔

اور اس لکڑی کے مکان کے دروازہ پر ایک گدھار نیک رہا ہے۔
 مچھلے مچھلے سروں میں۔ شاید وہ اپنی محبوبہ کو بلارہا ہے۔ پیری۔۔۔ پیری۔۔۔“

”بدذوقی مت کرو نامر، بڑے میاں چچ کر لے۔

”میں کہتا ہوں کہ آپ پوری رات مرے سے سوئے ہیں۔ پھر آپ کو ایسے خواب نظر آ رہے ہیں۔“

”میں تمہاری طرح۔۔۔ سپرین“ نہیں ہوں جو رات بھر جاگنے کے بعد بھی اسی طرح تروتازہ نظر آ رہے ہو۔“

”میرا کام مکمل ہو گیا ہے انکل۔ سیارے کے اجزا کا پتہ چلا ہے جسے ہماری لیبارٹری کی جاسوسی کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اب میں اس میں پوری طرح کامیاب ہو گیا ہوں۔ البتہ صرف ایک بات کہوں گا انکل کہ ہمارا مددگار بھی کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ اور اب ہم جو کچھ بھی کریں گے اس کی زبردست سائنسی صلاحیتوں کو مد نظر رکھ کرینگے۔“ نامر کہنے لگا۔

بڑے میاں غور سے اسے دیکھتے رہے۔ پھر انھوں نے شانے ہلا کر گردن ہلائی۔ نامر انہیں پر خیال انداز میں دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ”آئیے انکل نیچے چلیں... ناشتہ کرنا ہے۔“

ساتھ ہی نامر سے فارغ ہو کر وہ ناشتے کے کمرے میں گئے۔ پھر ناشتہ فارغ ہو کر نامر لہشت کے کمرے میں آ بیٹھا۔

”آج کا کیا پروگرام ہے۔“ بڑے میاں نے کرسی پر دراز ہوتے ہوئے پوچھا۔

”فی الحال تو عمران سے ملاقات کرنی ہے۔“

”وہ کہاں ہیں۔“

”آئین گے۔“

”کب۔“

”رات کے تین بجے؟“

”تین بجے۔“

”ہاں۔ آپ کو حیرت کیوں ہے؟ نامہ نے سکر کر کہا۔“

”ہاں۔ سٹیک ہے حیرت نہیں ہونی چاہیے۔ وہ تم سے کم سنکی تھوڑی

ہے۔ بڑے میاں ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولے۔ نامہ نے ایک میگزین اٹھایا اور اس کی قدرتی گردانی کرنے لگا۔ بڑے میاں نے بھی ایک انگریزی فلمی رسالہ اٹھالیا اور اس میں لڑکیوں کی تصویریں دیکھنے لگے۔

”بچانے کتنا وقت گزر گیا۔“ نامہ نے گھڑی دیکھی اور کچھ چونک کر بولا

ادھ۔ عمران صاحب کو اب تک آجانا چاہیے تھا۔ بڑے میاں نے نظریں گھما کر دیکھا اور پھر اپنے رسالے میں ڈوب گئے۔

”آپ اُن کے فلیٹ پر رنگ کریں اٹکل۔ معلوم کریں کہ وہ کیوں نہیں

آئے۔ بڑے میاں نے گھور کر پھر نامہ کی طرف دیکھا اور چاندنا چارنوں کے قریب پہنچ گئے۔ عمران کے بغیر انھیں زبانی یاد تھی۔ چنانچہ انھوں نے رنگ کیا اور ریسپورکان سے لگا لیا۔

”ہیلو۔ چند منٹ بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔“

”کون بول رہا ہے۔“ بڑے میاں بے پوچھا۔

”تمہیں کس سے بات کرنی ہے۔“ دوسری طرف کسی نے آکر کر کہا۔

”پہلے اپنے بارے میں بتاؤ۔“ بڑے میاں کو نہ جانے کیوں دوسری طرف

سے بولنے والے کے لہجے پر غصہ آ گیا

”کیوں بتاؤں۔“ میں کیا تم سے دُور دلی کم کھاتا ہوں۔ بتاتے ہو تو بتاؤ

در نہ بولا کھاؤ۔“

”تم گدھے ہو بد تمیز ہو۔“ بڑے میاں غصیلے انداز میں بولے اور نام لیا
 دیکھنے لگا۔ وہ پھر بولے۔ اے تم خود سارے بد تمیز ہو۔ زبان سنبھال کبریات کرو۔
 ورنہ بتی باہر کر دوں گا۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔
 ”میں تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا، سامنے آؤ بڑے میاں گھونہ
 بنا کر بولے۔

”کیا بات ہے اکل۔ کون ہے؟“ نامرنے میگزین مکہ دیا، لیکن بڑے تو
 دوسری طرف متوجہ تھے، دوسری طرف سے بولنے والا کہہ رہا تھا۔
 ”بے جا۔ رکھے ٹکڑے کرنے والے“ تو خود آجا سامنے، صبح صبح ناک میں
 دم کرنے آ جاتے ہیں۔ بے تمہیں رزق موت نہیں ہے۔“
 میں اُٹھا ہوں بھو اس۔“ بڑے میاں کہنے نہ پاتے تھے کہ اسی وقت نامرنے لڑو
 اُن کے ہاتھ سے چھین لیا۔

”تو خود بھو اس بندہ سارے“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ہیلو.....“ نامرنے نرم آواز میں کہا۔

”کہو بیٹا۔ اب کھسکی ہوا۔“ دوسری طرف سے آواز آئی

”کون صاحب بول رہے ہیں؟“ نامر اسی جلیبی سے بولا۔

”پہلے تم بتاؤ۔“

”میں نامر آزیدی ہوں۔“

”ایں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور چند منٹ تک خاموشی رہی۔

”ہیلو۔“ نامرنے پھر کہا۔

”خدا اکرم صاحب! معاف کر دو۔ اللہ سے تو ہے۔ یا اللہ میری توبہ

ہے۔ میں مجاؤل کا صاحب! دوسری طرف سے گڑ گڑانے کے لیے میں آ گیا۔

”غالباً تم سلیمان ہو۔“

”جی ہاں صاحب۔ میں تو انوکھا ہوں۔ کیا کروں صاحب کے ملنے والے
میراناک میں دم کر دیتے ہیں۔ میں آپ کی آواز نہ پہچان سکا تھا۔ سلیمان بدلتور کر گڑا
ہا تھا۔“ پہلے تو میں نہیں بولی رہا تھا۔ مگر اس کا احساس نہایت کم کرنے
کے لئے کہا۔

”ایں، ادہ۔“ تو میرا خیال ٹھیک تھا۔ وہ کوئی اور تھا سالا۔ سلیمان بولا
وہ پروفیسر ڈاکر تھے۔

”اچھا۔ وہ بڑے میاں۔ ارے پھر تو سب ٹھیک ہے۔“ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔
”عمران صاحب کہاں ہیں۔“ تاہم اسی انداز میں بولا۔

”ہوں گے کہاں صاحب، صبح ہی صبح حالی والی آجاتے ہیں۔ بس چلیے
لیکن آیا تھا۔“

”وہی کپتان صاحب! صاحب کیوجہ سے کپتان بنے ہیں اب انہیں پر رعب جھاڑ رہے ہیں
”ادہ۔“ فیاض!“

”جی ہاں!“

”ابن تو کچھ مزدور کوئی خاص کام ہو گا۔ بہر حال عمران صاحب آئیں تو نہیں پیغام
دیدینا۔ میں ان کا انتظار کر رہا ہوں۔ اور اس وقت تک رتنا رہوں گا۔ جب تک
وہ میرے پاس نہ پہنچ جائیں۔“

”اچھا صاحب ضرور پیغام دیدیں ونگا“ سلیمان نے کہا اور نامرنے فون بند کر دیا۔
بڑے میاں فونخوارانہ فون سے ٹیلیفون کو گھور رہے تھے۔

”یہ تھا کون۔“ انہوں نے پوچھا۔

”عمران کا ملازم۔ سلیمان!“

”اچھا ٹھیک ہے، اچھی طرح منٹ لیں گا اس سے بڑے میاں دانت بھی پھٹ کر پڑے۔
 بڑے میاں کافی دیر تک پیچ و تاب کھاتے رہے۔ پھر انہوں نے دوبارہ لیپوڑا کھایا۔
 اس واقعے کے تقریباً ستر منٹ بعد بینڈ ونگ کا چیلج کے آؤ میٹنگ آلات کا
 الارم سنائی دیا اور نامہر چونک گیا۔ اسنے ایک طرف لگا ہوا سویرچ دبا یا۔ سویرچ کے نیچے
 اسکرین پر عمران گیٹ سے اندر داخل ہوتا نظر آیا۔ اور نامہر نے مطلع ہو کر سویرچ آف
 کر دیا۔ پھر ایک طرف رخ کر کے بولا۔

”اس طرف سے آجائے عمران صاحب!۔ اندر دئی کرے میں اسے تیسرے
 کمرے میں ہیں ہم لوگ یہاں؟ نامہر نے اس عمارت کو کبھی طلسمی عجائب گھر بنا رکھا تھا۔
 اس کی مرضی کے بغیر کوئی یہاں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ عمارت کے کسی بھی حصے کو ویزٹ
 اسکرین پر دیکھا جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ دیواروں پر اسپیکر فٹ تھے جن سے
 چاروں طرف آواز آسکتی تھی۔

کھوڑی دیر بعد کمرے کے دروازہ پر عمران نے دستک دی۔
 تشریف لائے۔ ”نامہر کھڑے ہو کر استقبال کرتے ہوئے بولا۔ بڑے میاں
 ابھی تک اسی طرح منہ پھولائے بیٹھے تھے۔ نامہر سے رسمی گفتگو اور مصافحہ کے بعد عمران
 بڑے میاں سے مخاطب ہوا۔

”ہیلو پردنیر!“

”ہیلو۔“ پردنیر بھاری لہجے میں بولے۔

”کیا بات ہے۔ کیا آپ کا کوئی تازہ عشق ناکام ہو گیا ہے؟“

”یہ بات نہیں ہے انکل آپ کے ملازم سے لڑی بیٹھے ہیں۔ ان کے خیال میں

اس نے نوں پر بدتمیزی کی تھی؟“ نامہر نے کہا۔

”کس نے۔“ سلیمان نے ”عمران چونک کر لولا“ کیا بات ہے۔“

”ابھی تھوڑی دیر پہلے کی“ نامر نے واقعہ بتایا۔
 ”ارے آپ فکر نہ کریں۔ میں اسے لوپ سے پاندھ کر اثرا دوں گا۔“ عمران بولا۔
 ”تمہاری دخل اندازی کی ضرورت نہیں ہے میں اپنا انتقام خود لے لوں گا۔“
 ہاتھ پاؤں کو نقصان نہ پہنچے ورنہ مجھے اس کے مرنے کا اندیشہ ہو جائیگا۔
 باقی سب کچھ آپ کا۔“ عمران نے کہا۔ اور نامر مسکراتے لگا۔ بھروسہ بخیدہ ہو کر عمران سے
 بولا۔ ”بعض اوقات تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ عمران صاحب کہ کوئی پراسرار قوت ہم
 دونوں کو جدا کر دیتی ہے۔ یعنی ایسے وقت آپ سے ملاقات نہیں ہوتی جبکہ آپ کے بلے
 کا امکان نہیں ہوتا۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے۔“ عمران نے کہا۔
 ”کیا آپ مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔“
 ”ظاہر ہے بہت زیادہ۔“ عمران نے جواب دیا
 ”وجہ یقیناً موجودہ واردات ہوگی؟“
 ”بالکل۔“

”میں خود بھی اس سلسلے میں ملنا چاہتا تھا۔ لیکن اتفاقات ایسے پیش
 آئے کہ ملاقات نہ ہو سکی۔“ عمران کچھ دیر تک خاموش رہا۔ پھر نکل پڑا۔ ”آپ گوریلے
 کے بعد حزیرے پر گئے تھے۔ انکل نے مجھے بتایا تھا۔ کیا آپ نے گوریلے کی لاش دیکھی تھی۔“
 ”ہاں۔ اچھی طرح۔ میں رات ہی آپ کو بتا چکا ہوں۔“ عمران نے کہا اور
 عمران کی گفتگو یاد کر کے نامر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔
 ”آپ نے اس کی شخصیت کے بارے میں کچھ کہا تھا۔ بہر حال عمران صاحب
 کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں تھی کہ ملک میں اتنا بڑا گوریلہ گھس آئے اور ملک کی کسی بھی
 جگہ سے اس کی خبر نہ ملے کہ وہ کہاں دیکھا گیا ہے اور کہاں سے آیا تھا۔“

”تمہارے جزیرے پر آیا تھا۔ ممکن ہے کہ سمندری گوریلا ہو۔“
 ”سمندری گوریلا۔ نامہنس پڑا۔ ویسے دلچسپ خیال ہے لیکن میں
 سنجیدگی سے اس واقعہ پر سوچنا چاہیے۔ وہ سنجیدہ ہو کر بولا۔
 ”مزدور سوچو۔“

”پہلے مجھے ایک بات بتاؤ۔“

”پوچھو۔“

”یہ تو ناممکن سی بات ہے کہ آپ ان معاملات میں دلچسپی نہ لے رہے ہوں۔“
 ”ٹھیک ہے۔“ واقعی ناممکن ہے اس شہر میں ہم دو آدمی ہیں جو ہر بات پر
 مزدور دلچسپی لیتے ہیں اور اگر نہ لیں تو کہانی چو پٹ۔ ”عمران بولا۔
 ”شب تو آپ نے مزدور معلوم کیا ہوگا۔“
 ”بالکل!“

”ٹھیک ہے حسب دستور ہم لوگ اپنی معلومات کا تبادلہ کریں گے۔“
 ”اوکے۔ لیکن ڈاک خرچ تمہارے ذمہ ہوگا۔“ عمران بولا۔
 ”منظیر؟“ نامہ نے کہا۔ پھر بولا۔ کہانی کی ابتدا آپ کریں گے یا میں۔
 ”تم کرو۔“ عمران بولا۔

نامہ سوچ میں ڈوب گیا اندر گدی اٹھا کر چند منٹ بعد بولا۔ ”میرے عزیز
 اس واقعہ کی ابتدا اسامی ہوئی جب میرے جزیرے کی تعمیرات کے انچارج افکار
 کے ذریعہ کچھ لوگوں نے جزیرے کی تعمیرات دیکھیں، دراصل میں نے یہاں عام لوگوں
 کے آنے کی مخالفت کر دی ہے۔ اور ٹھیک ہے بھی یہی۔ اتنی رعایت اسی لئے
 ہے کہ ابھی وہاں صرف عمارتیں بن رہی ہیں۔ جب میں اپنی لیبارٹری نصب کروں
 تو باقاعدہ حکومت سے درخواست کر دیں گا کہ کچھ پتھر یا پولیس میرے جزیرے کی نگرانی

کرے۔ اگر حکومت نے مجھے اجازت نہیں دی تو پھر ذاتی طور پر میں اس جزیرے پر چلا
مقرر کروں گا۔ بہر صورت میں نے اس وقت تک یہاں ہدایت کر رکھی ہے کہ عام لوگ
ادھر نہ آئے یا ہوں۔

لیکن کچھ عرصہ قبل ایک اسٹیمر جزیرے سے جا لگا۔ اس سے دو مرد اور ایک عورت
نیچے اترے انھوں نے درخواست کی کہ وہ اس پراسرار جزیرے کو دیکھنا چاہتے
ہیں۔ چنانچہ حسب معمول انہیں منع کیا گیا۔ پھر انھوں نے انجارج افضل سے
درخواست کی لیکن افضل نے بھی معذرت کر لی لیکن اسی وقت مقابلے افضل
کی طرف دیکھا اور افضل سمہ اتر ہو گیا۔ افضل کا کہنا ہے کہ اس کی آنکھوں سے
نیلے شعلے نکلنے لگے اور پھر افضل کو کچھ یاد نہیں رہا۔

۔ نیلی شعاعیں ...۔ عمران کے ذہن میں ایک جھمکا ہوا ہے۔
"ہاں" نامہ نے اس کی کیفیت پر دھیان دیتے بغیر کہا۔ نیلے رنگ کی شعاعیں
بہر صورت مسخ ہو کر افضل انھیں جزیرہ دکھاتا پھرا۔ وہ شکریہ ادا کر کے واپس
چلے گئے۔ جب مجھے اس واقعہ کا علم ہوا اور میں نے افضل سے حکم عدول کی وجہ
پوچھی تو اس نے حیرت کا اظہار کیا اور بتایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے اور یہ صرف
الزام تراشی ہے۔

افضل نیک آدمی ہے اور اب تک میں نے اس کی کوئی غلط بات نہیں دیکھی ہے لیکن
دوسری طرف جزیرے کا ایک ایک فرد یہی بات کہہ رہا تھا۔ چنانچہ میں الجھ گیا، اور میں
نے انھل کے ذریعہ افضل کا ذہنی معائنہ کرایا۔ لیکن اس کے ذہنی معائنہ سے بھی مکمل
نتیجہ نہ مل سکے۔ تب میرا ذہن ہینا ٹرم کی طرف گیا۔ اور میں نے افضل کو ہینا ٹرم کر کے
پہلا اثر اس کے ذہن سے زائل کیا۔ تب افضل نے مجھے آن لوگوں سے بارہ بیس فیصد
بتائیں۔ عمران کا ذہن ہوا میں اثر رہا تھا۔ نامہ کے خاموش ہوتے ہی اس نے

پوچھا۔ کیا ان لوگوں کا علیہ معلوم ہوا،

ہاں۔ ان میں سے ایک چٹھی ناک اور کھردری شکل والا اسمارٹ آدمی تھا دوسرا ایک سفید بالوں والا۔ لیکن جاندار بوڑھا اور تسیری ایک خوبصورت لڑکی لڑکی۔ نام نہ بتایا۔

اب کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی تھی۔ یہ پورا علیہ پروفیسر عابد اور اس کی لڑکی ذبیحہ اور اس شخص کا تھا جس کی شخصیت ابھی تک معلوم نہیں تھی۔
تہیں یقین ہے کہ یہ علیہ صحیح ہے۔ ۹

ہاں۔ نام نہ بتا کر۔ چند سینکڑے فائوش سہتے کے بعد پھر بولا۔ میں نے کچھ لوگوں سے افضل کے بتائے ہوئے چلے گئے مطابق تصویر میں بنوائی تھیں۔ افضل نے ان تصویر کی تصدیق کر دی ہے۔

ادہ۔ کہاں ہیں وہ تصویریں۔؟ عمران نے پوچھا اور نام نہ بتائے جسے میاں کو اشارہ کیا۔ بڑے میاں اٹھ کر چلے گئے۔ نام نہ کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ شاید وہ اپنے آدمیوں کے بارے میں عمران کو نہیں بتانا چاہتا تھا۔ تصویر کا معاملہ اس نے کھوڑا اساتذہ بتایا تھا۔

کھوڑی دیر بعد بڑے میاں ایک لفافہ لے کر داخل ہوئے اور انھوں نے لفافہ نامہ کی طرف بڑھا دیا۔ نام نہ تصویریں کھول کر عمران کے سامنے رکھ دیں۔ عمران ان کو دیکھنے لگا۔ اگر یہ تصویریں صرف علیہ دیکھ کر بنائی گئی تھیں تو انھیں بنانے والا کوئی معمولی آرٹسٹ نہیں ہے۔ کیونکہ تصویریں ہو بہو پروفیسر عابد اور ان کی لڑکی اور چٹھی ناک والے سے ملتی تھیں۔

وہ کئی منٹ تک تصویروں کو دیکھتا رہا۔ پھر ایک لمبی سانس لیکر ابھڑا
 رکھ دیا۔ تاہم اس دوران اس کی شکل دیکھتا رہا۔
 "تم نے ان لوگوں کو تلاش کرایا۔ ۹۔ عمران نے پوچھا۔
 کافی کوشش کی، لیکن ابھی تک ان کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکا۔
 "اس بات پر مجھے سخت حیرت ہے۔ ۱۰۔
 "ادہ۔ تو کیا آپ ۱۱۔ نامرنے چونک کر پوچھا۔
 "ہاں۔ لیکن پوری کہانی سننے کے بعد بتاؤں گا۔" عمران نے کہا۔
 "چلیے۔ ایک بہت بڑا کام بن گیا۔ اگر آپ انہیں جانتے ہیں تو بہت کچھ ہو سکتا
 ہے۔ بہر حال یہ سچی کہانی کی ابتداء۔ اس کے بعد میری لیبارٹری کے چند حساس
 آلات نے بتایا کہ کوئی ریڈیائی مٹے ان کے آس پاس منڈلا رہی ہے، انہوں نے اس
 کے مسلسل ریکارڈ کئے تھے۔ اس بات پر سخت حیرت ہوئی کہ آخر وہ کیا چیز ہو سکتی ہے
 کافی تنگ و دو کے بعد خیال آیا کہ میری لیبارٹری کے خلاف جاسوسی کی جا رہی ہے
 اور میں نے اسی لائن پر سوچنا شروع کر دیا۔ میں نے انتہائی چھوٹے اور طاقتور کیمے
 لیبارٹری میں فٹ کیے تاکہ اس چیز کی تصویریں لے سکیں، اور مجھے اس میں کامیابی
 ہوئی۔ وہ ایک چھوٹا سا گول سیارہ تھا جس کا قطر کسی فٹ بال کے برابر تھا۔
 "ادہ۔ عمران کے منہ سے حیرت زدہ سی آواز نکلی۔
 "ہاں۔ اتنا چھوٹا سیارہ اس سے قبل نہیں بنا یا گیا ہو گا۔ درحقیقت

عمران صاحب ادہ سائنس کا عظیم ترین کارنامہ ہے۔ جس نے بھی وہ سیارہ بنایا تھا وہ معمولی
دماغ نہیں ہے وہ ہر طرح ایک مکمل سیارہ تھا۔

بہر صورت مجھے ایک سیارہ کی تفصیل معلوم ہوئی اور میں نے سوچا کہ
اگر اس نے میری لیبارٹری کی تصاویر لے لی ہیں تو مجھے زبردست نقصان پہنچ
چکا ہے، میں نے اس سیارہ کی تاک میں ایک ہفتے سے زیادہ برابریا آخر ایک دن
میں نے اسے گرایا۔

”مارہ گرایا۔“ عمران پھر چونک پڑا۔

”ہاں۔ میں نے ایک خاص شعاعی گن تیار کی تھی۔ سیارے کے ٹکڑوں کو پس
جمع کیا، ان کے کیمیائی تجزیہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ سیارہ بنانے والا دماغ
معمولی نہیں ہے۔ اس کے بعد گوریلا کا واقعہ پیش آیا۔ یہ بات صاف ہو گئی کہ
گوریلا وہاں لایا گیا تھا۔ اداس کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ جزیرے
کا کام کچھ التوا میں پڑ جائے۔ کوئی مجھے میرے کاموں سے روکنا چاہتا ہے۔ لیکن کیوں؟
یہ ابھی تک نہیں معلوم ہو سکا۔“ ناچر نے داستان ختم کی۔

عمران کے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں اب تو کسی شک و شبہ کی گنجائش
نہیں رہی تھیں۔ یقیناً ناچر اور وہ دونوں ایک ہی نرستے پر تھے، لیکن ایک طرح
عمران ناچر سے آگے تھا۔ اسے ان لوگوں کے بارے میں مکمل معلومات حاصل تھیں
جو ان معاملات میں ملوث تھیں۔ اور اب یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی تھی کہ
وہی لوگ ناچر کے جزیرے پر گوریلا بھیجنے کے ذمہ دار تھے۔

”آپ نے کون سا راستہ اختیار کیا ہے۔؟“

”کلیجہ مقام لوسیلے، پھر سنو ڈاسٹاں میری۔ کہ اس داستان سے بہت سے
رانڈوں کی نقاب کشائی ہوئی ہے، عمران کہنے لگا، پھر بولا۔ ”ہاں تو حضرت داستان

ملقات بھی ہے۔ لیکن اس وقت اس نے مجھے نہیں پہچانا اور اجنبیت سے پیش آئی۔ میں نے
پروفیسر کے پاس سے ہٹا کر لے گیا، میں نے علیٰ رہ میں گفتگو کر لی چلی۔ لیکن یہاں چلی
ناک دالا ملا دم پہلے سے موجود تھا جو چھپ کر ہماری گفتگو سن رہا تھا۔

”خدا کی پناہ! نامہ کے منہ سے نکلا..... مایہ درانی

”پوری بات سنو یا ر، ابھی تو کچھ بھی نہیں ہے،“ عمران نے کہا اور نامہ کی طرف

دیکھنے لگا۔

”مختصر یہ کہ میں وہاں سے چلا آیا اور پھر میرے آدمی اسکی کوٹھی کی نگرانی
کرنے لگے مجھے اسی وقت مابہ کے کردار پر شبہ تھا لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے
ایک بات اور بھی محسوس کی تھی وہ یہ کہ پروفیسر مابہ کی گفتگو میں تصنع بالکل نہیں
پایا جاتا تھا جیسے وہ کسی مشین کے ذریعہ سے بولی رہا ہے، یہی وجہ شاید فرید کے
نہ پہچاننے کی وجہ تھی اور اسی بات نے مجھے مشکوک کر دیا۔ بہر حال میرے آدمی اس کی
کوٹھی کی نگرانی کرنے لگے کہ ایک پُر اسرار واقعہ پیش آگیا۔

”وہ کیا۔؟“

”ایک رات جب وہ کوٹھی کے سامنے آرام کر رہے تھے ایک عجیب الحلقہ
انسان لے ان پر حملہ کر دیا اور اس کے پورے جسم پر بال بکھے۔ امد وہ بے انتہا
تھا۔ بہر حال ان لوگوں کو اس پر فائر کرنا پڑا۔ لیکن اس کا نتیجہ۔ خدا کی پناہ۔ ایک
زبردست دھماکہ ہوا اور بریچر دھڑل گیا۔

”اوہ۔۔۔ بریچر دھڑکا دھماکہ۔ اس کے بارے میں اخبار میں بھی پڑھ چکا
ہوں۔ لیکن کچھ تفصیل نہیں آئی تھی۔“ نامہ لے کہا۔

”مناسب بھی نہیں تھا۔“ عمران نے کہا۔ ”بہر حال دھماکہ کے ساتھ میرے
ساتھیوں کے جسم کا ٹھہرے خون سے لت پت ہو گئے اور مجبوراً انہیں نگرانی چھوڑ کر

والس آتا پڑا اور یہ ظاہر ہو گیا کہ پرونیس عابد کو اس نگرانی کی اطلاع ہو گئی تھی۔
لیکن کھٹنے والا آدمی معہ تھا۔ اس معہ کو سلجھانے کے لئے میں نے فون کیا لیکن
تم سے ملاقات نہ ہو سکی، تمہارے علاوہ میرے ایک اور مربی سائنسدان دوست
ڈاکٹر داد ہیں جن سے تم سیاہ بغاوت والے کیس میں بل چکے ہو۔ لیکن وہ ابھی اس
لیبارٹری سے واپس نہیں لوٹے جو تباہ ہو چکی ہے۔ بہر صورت ان باتوں سے
یہ بات پائیہ تکمیل تک پہنچ گئی کہ عابد کے یہاں ہی کچھ گڑ بڑ ہے۔ میں نے فیصلہ
کر لیا ہے کہ میں عابد کی کوٹھی کی تلاشی لوں گا، اور کل رات میں اس کی کوٹھی میں
داخل ہو گیا۔

”ادہ۔۔۔ ناہر کے چہرے پر بچرا اور اشتیاق تھا

لیکن وہاں کے مکیس میرے استقبال کے لئے تیار تھے۔ تاہم میں نے
ایک منظر دیکھا کہ چٹنی ناک والا ملازم ایک شاندار سوٹ میں سمارٹ نظر آ رہا تھا
اور وہ ایک شخص سے گفتگو کر رہا تھا۔

پھر اچانک میرے اوپر تین بلاؤں نے حملہ کر دیا یہ انسانی تھے لیکن ان
کے چہرے پر عجیب سی وحشت تھی اور اس پر بال لگے ہوئے تھے۔ اس وقت چٹنی ناک
والا اپنے ساتھی کے ساتھ باہر نکل آیا اور اس نے اس قسم کی گفتگو کی جیسے وہ
ہلے سے میری آمد کا منتظر تھا۔ لیکن میں نے ان وحشیوں کو اچھی طرح یاد دیا، لیکن
بالآخر میں ان کے قبضے میں آ گیا اور مجھے بے ہوش کر کے قید کر دیا گیا۔ ہوش میں
آنے کے بعد میں نے خود کو ان کے قبضے میں پایا۔ سھوڑی دیر بعد چٹنی ناک والا
میرے پاس آیا اور اس نے مجھے پھانسی کرنے کی کوشش کی۔ اس نے مجھے حکم دیا
کہ میں اس کا دنا دار بن جاؤں۔ وہ مجھے بھی ان وحشیوں میں سے ایک بنانا
چاہتا تھا۔ لیکن میں اپنی قوتِ ارادی سے پھانسیز نہیں ہو سکا۔ لیکن میں نے

اداکاری ایسی کی جیسے میں مہینا ٹائز ہو گیا ہوں، وہ مطمئن ہو گیا۔ اس طرح وہ
 سے نکلنے کا مجھے موقع مل گیا۔ لیکن شاید اسے میرے قرار کی اطلاع مل گئی۔
 اور جیسے ہی گیت سے نکلا مجھے تینوں وحشی اپنی طرف آتے ہوئے نظر آئے، کسی
 نہ کسی طرح میں اپنی کار تک پہنچ گیا۔ پھر میں نے محبت سے کارا اشارت کر دی۔
 مسٹر نامر تینوں وحشی میری کار کے ساتھ دوڑ رہے تھے۔ کار کی رفتار کے ساتھ
 ان کی رفتار بھی بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ سڑک کی رفتار سے میرے ساتھ دوڑ
 رہے۔ اس لیے مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کسی لمحہ وہ میرے اوپر چڑھ آئیں گے، پھر
 میں نے رفتار نوے میل کر دی، تب کہیں وہ کچھ پیچھے ہونے لگے۔ اس کے بعد
 تین خوفناک دھماکے ہوئے اور میرے ہاتھ اسٹرنگ پر مہک گئے۔ بمشکل تمام
 میں ایک حادثہ بچ گیا۔ لیکن اس دھماکے سے قرب و جوار میں زبردست نقصان
 ہوا۔ بہت سی عمارتیں کرکے ہو گئیں۔ کافی لوگ زخمی ہو گئے۔ سڑک کے ایک
 حصے پر خون ہی خون پھیل گیا۔

عمران نے ایک ایک تفصیل بتائی۔ نامر کے علاوہ بڑے میاں کا منہ
 بھی حیرت سے پھیل اٹھا تھا۔ ان کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔
 رات کو وہ دھماکے بھی میں نے سنے تھے، عمران صاحب لیکن اس کے
 پس منظر میں ایسی کوئی کہانی ہو گی یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ درحقیقت
 آپ نے میرے سامنے واقعات کی ایک کتاب کھول دی ہے۔ اب میں محسوس کر رہا
 ہوں کہ میں نے ابھی تک کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ آپ مجھ سے بہت آگے بڑھ چکے ہیں
 حالات اور واقعات انتہائی پتہ اسرار ہیں۔ خاص طور پر یہ معلوم کر کے
 مجھے حیرت ہوئی ہے کہ یہ فیصلہ عابد اور اس شخص نے اس انداز میں کیا ہے
 جزیہ کو دیکھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس کوشش کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

”عمران صاحب! یہ پورے معاملات ایک زنجیر کی طرح ایک دوسرے سے منسلک ہیں، لیکن گوریلے کا وجود حیرت انگیز ہے۔
 ”اس سلسلے میں بھی شاید میں کچھ بتا سکوں گا۔“
 ”اوہ۔“ تمارے سوائے نفلوں سے عمران کو دیکھا۔

”کچھ عرصہ قبل چڑیا گھر سے گوریلے کا ایک بچہ چرایا گیا تھا۔ اور یہ خبر اخبار میں شائع ہوئی تھی۔“

”بھٹیک ہے، ایسے سچے رہا یوں۔ مگر۔“
 ”یہ دیکھو۔“ عمران نے جیب سے ٹین کی ڈبیہ نکالی اور نامہ کے سامنے رکھ دی
 نامہ نے ڈبیہ کو کھول کر دیکھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ تعفن کی وجہ سے اس نے تنک پیٹا
 رکھ لیا۔ ”یہ کیا ہے۔“

”یہ ان تینوں وحشیوں کا خون ہے۔ دھماکوں کے بعد ان کا پورا جسم صرف
 اس خون کی شکل میں سڑک پر پھیل گیا۔ ہڈیاں اور مرغائب ہو گئے۔“
 ”خدا کی پناہ، نامہ کے منہ سے نکلا۔“

”میں نے یہ پتھہ خاص طور سے تمہارے لیے حاصل کیا تھا۔ یہی خون وہاں ملا تھا۔“
 ”تا کہ تم اس کا تجزیہ کرو۔ اور ممکن ہے کہ اس خون سے تم کسی بات کا پتہ چلا سکو جس
 کے ذریعہ گوریلے کا ایک چھوٹا سا بچہ دلہ قامت بن مانس بن گیا۔ ان تمام باتوں
 کے پیش نظر پروفیسر عابد کی لیبارٹری ہی ان حادثات کا مرکز معلوم ہوتی ہے۔“
 ”مجھے انوس ہے عمران صاحب کہ میں آپ سے پہلے کیوں نہیں بلایا۔ میں نے
 ان لوگوں کو بہت تلاش کیا۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ اب بھی مجھے ایک خطرہ ہے۔“

”وہ کیا۔“

”آپ کے فرار سے وہ شخص ضرور محتاط ہو گیا ہو گا۔ اور اب شاید وہ لوگ

یہاں نظر آئیں؟" نافر نے کہا۔

"ایسا جوتا تو چلے۔ لیکن ان کارناموں کے لیے عابد کی لیبارٹری استعمال کی جا رہی ہے تو شاید اتنی آسانی سے وہ اسے نہ چھوڑ سکیں۔ لیکن ہے اٹھوں نے اپنی حفاظت کے مکمل انتظامات کر لیے ہوں۔"

"ہوں۔" نافر گردن ہلا کر پھر بولا۔ "اب کیا پروگرام ہے پہلے میں خون کا تجزیہ کروں یا ہم دونوں پروفیسر کے مکان پر چلیں اور ان کو جیک کریں۔"

"خون کا تجزیہ کرو۔ چینی ناک والا اگر فرار ہو تاہا ہتا تو کبھی کاہو جاتا، خون کا تجزیہ کر کے تم ان وحشیوں کا اندازہ لگا سکتے ہو۔" عمران بولا۔

"ایک اور خیال میرے ذہن میں ہے عمران صاحب! کیا۔"

"اگر وہ کسی قسم کے تجربے کے انسانوں کو وحشیوں کی شکل دیتا ہے تو یہ فوجی کہاں سے آئے ہوں گے، اپنی خوشی سے تو ایسے تجربے کے لئے تیار نہ ہوا ہوگا۔ نامرنے کہا۔"

"ادہ۔ عمران چونک پڑا۔ دراصل عمران نے سوچا بھی نہ تھا۔ نامر کا خیال کھٹک تھا۔ اس طرح تو۔۔۔ چار انسان بھی قتل کر دیتے گئے۔ نہ جانے کتنے انسانوں کو وہ اس جنون کی بھینٹ چڑھا چکا ہوگا۔"

"خون کی کیمیا دی رپورٹ سخی سخت فردرت ہے۔ اس کے بعد ہی ہم لوگ کوئی قدم اٹھائیں گے۔" عمران بولا۔

"جب آئیے۔ میں ابھی اس سلسلہ میں کام شروع کرتا ہوں۔" نامرنے کہا اور پھر وہ دونوں اٹھ گئے۔ "آئیے اٹھل؟" نامرنے بڑے میاں سے کہا۔ اور پھر تیلون مینار والی لیبارٹری کی طرف چل پڑے۔ لفٹ نے انھیں دوسری منزل پر پہنچا دیا۔ نامرنے عمران کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور خود بڑے میاں سے ساتھ لگے بڑھ گیا۔

تقریباً ایک گھنٹے تک نامہ سخت مصروف رہا اور پھر وہ خون کے تجزیہ کی مکمل رپورٹ لے کر عمران کے پاس آیا اس کے چہرے پر شدید ترین حیرت کے آثار دکھتے۔ یہ ایک بالکل نئی دریافت ہے عمران صاحب، انتہائی ہی عجیب دریافت یہ انسانی گوشت، خون اور ہڈیوں کا ملغوبہ ہے اسے صرف خون نہیں کہا جاسکتا ہے، ایک ایسا سیال اس خون میں شامل کیا گیا ہے جس سے اس کے اندر بارودی قوت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ سب کچھ اس طرح کیا گیا ہے اس سلسلہ میں ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ جلا ہوا خون ہے اور اس کے اجزا بدل کر ختم ہو گئے ہیں۔ اگر تازہ خون بدل جائے تو اس کے اجزائے ترکیبی کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔“ ناصر نے کہا۔

”جلا ہوا خون! شاید اسی لیے میرے آدمیوں نے ایسے ہی ایک انسان پر گولی چلائی تھی تو وہ دمھاکے سے پھٹ گیا تھا۔ اور تین دھنسی مری کار کے پیچھے تیزی سے دوڑ پڑے، کیا اتنی تیز رفتار سے دوڑنے سے اور زیادہ دیر تک دوڑنے سے اس حیرت انگیز خون میں اتنی حدت پیدا ہو گئی کہ اس نے آگ بکھڑی اور اس طرح دھبہ بن گئے۔“ شاندار۔ بہت عمدہ، یہ سو فیصدی ممکن ہے۔ عمران صاحب اس طرح اس جملے پر سنے خون کا راز حل ہو جاتا ہے۔“ ناصر تیرے جوش انداز میں بولا۔

”بہر حال ان تمام حالات کی روشنی میں ہمیں فیصلہ کرنے ہیں کہ آخر مجرم کہاں سے کیا جانتا ہے، پروفیسر عابد اور فریدہ کا کردار کیا ہے، اور یہ کہ اس کے ساتھ کون لوگ ہیں۔ میرے خیال میں اب اس سلسلے میں کافی محنت سے کام کرنا ہوگا۔“ میں ان لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں خاص طور سے جیجی ناک والے کو۔“ ناصر نے کہا اور پھر وہ اور عمران کافی دیر تک آئندہ کے لئے پروگرام بناتے رہے۔

دیوہیکل ٹرک پرانی عمارت کے لمبے چوڑے پھاٹک کے سامنے رک گیا۔ عمارت کا چوکیدار فوراً ہی ٹرک کے قریب پہنچ گیا۔ جلدی سے اس نے پھاٹک کھولا اور ٹرک کے اندر داخل ہو گیا وہ پہلا ہی عمارت کے ساتھ لگے ہوئے صدر دروازہ کے قریب پہنچا۔ اس وقت اندر سے تین آدمی نکلے۔ ان میں سے ایک فیڈر دیکھا۔ وہ اس وقت بھی کافی اسمارٹ نظر آ رہا تھا۔ اس کے دونوں ساتھی غیر ملکی تھے۔ اور فیڈر دیکھ کر اسے تسلیم کرتے تھے۔

ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ سے پسندیدہ جو گہرا ہر نکلا اور اسے ان کے قریب پہنچ گیا۔

”سب خیریت ہے۔“ فیڈر نے پوچھا۔

”بالکل جناب!“

”تعب و غیرہ کا تم نے خیال رکھا ہو گا۔“

”بہت اچھی طرح۔ میں نے اسی لئے ڈیوڈ میوں کی پیچھے بٹھایا تھا۔ اور ان کی ٹیوٹی یہ کہتی کہ وہ آسمان پر اور عقب میں نگاہ رکھیں۔“

”آسمان پر۔“

”جی ہاں۔ ناچار اصرار کے وسائل لا محدود ہیں۔ وہ ضرورت کے وقت پہلی کپڑ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ جو گرنے کا جواب دیا۔“

”ادھ گڈ۔ تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ تم واقعی ذہین ہو۔ مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔“

ٹرک سے تقریباً دس آدمی اترے۔ آٹھ آدمی عمارت کے اندر سے نکل آئے

تھے۔ ان سب نے بل کمر ٹرک کے اندر رکھی ہوئی ایک مشین اتاری اور ساتھ ہی

ہوئی پٹیاں بھی تھیں۔ سب سامان جو گر کی نگرانی میں اندر پہنچا یا گیا۔ پھر جو گر، فیڈرو اور اس کے دونوں ساتھی عمارت کے ایک کمرے میں آگے کمرے کی دیوار میں بالکل بھڑکا تھیں لیکن اس میں اعلیٰ درجہ کا فریج تھا۔

اس عمارت کو عام نظروں سے بچانے کے لئے بہت کوشش کرنی ہے، ہر چہ کہ اس طرف عام گزر گاہ نہیں ہے۔ تاہم کبھی نہ کبھی کوئی اس طرف آہی نکلتا ہو فیڈرو کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

”جی ہاں جناب! میری بھی یہی خواہش ہے کہ چند لوگوں کی مستقل ڈیوٹی اس سلسلے میں لگادینی چاہیے کہ وہ اطراف میں نگاہ رکھیں اور اگر کوئی اس طرف آئے تو فوراً اطلاع دیں۔“

”میں اس کا دو سہرا انتظام کروں گا، تم اس کی نگرانی کرو۔“ فیڈرو مسکرا کر بولا۔
 البتہ اس بات کا خیال رکھو کہ ان کی وجہ سے اس طرف متوجہ نہ ہو۔“
 ”میں نے سخت ہدایات کر دی ہیں، اور مزید کہہ دوں گا۔“ جو گر بولا۔ لیکن جناب عمران کا نکل جانا ٹھیک نہیں ہوا۔“

”مجھے احساس ہے مسٹر جو گر، مگر یہ کسی خطرے سے نہیں گھبراتا۔ اسے اپنا کام کرنے دو، مسٹر بینل خاص طور پر اسی کے لئے بلائے گئے ہیں۔ اس نے اپنے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جو مناسب تدوین کا تھا۔ لیکن آنکھیں انتہائی سیاہ تھیں۔ وہ دھیرے دھیرے مسکرا رہا تھا۔

اس کے علاوہ پیر و فیروز کا بھی خیال رکھنا۔ جب تک اس طرح گاڑی چلی ہے اسے چلنا ہی چاہیئے۔“ فیڈرو نے کہا۔

”نہیں سر۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے۔“ جو گر نے کہا۔
 ”کچھ نہیں، مگر مجھے چار آدمیوں کی ضرورت ہے۔ تاکہ ان لوگوں کو پریشان

کیا جاتا رہے۔ میری خواہش ہے کہ یہاں کی پولیس کی کارکردگی سچے اور بڑھ جائے
اسے جس نے کسی معاملہ میں الجھا رہنا چاہیے تاکہ ان کے ذہن میری طرف متوجہ نہ ہو
تم چار نوجوانوں کا بند دست کرو۔ میں انھیں انکس دے کر کارآمد بنا لوں گا۔
بہتر ہے میں کوکبش کے ایسے لوگ بھی کر دوں گا۔ جو گر بولا۔
”اد۔ کے۔ اب تم امتیاط سے واپس جاؤ۔ اور اپنا کام کرنے کے بعد اطلاع
”یس سر“ جو گرنے کہا ”اور نمبائی کر کے آگے بڑھ گیا۔

حالات کافی پیچیدہ تھے اس لئے کافی محتاط ہو کر کام کرنا پڑ رہا تھا۔ اس بات
کا اندازہ عمران اور نام کو ہو گیا تھا کہ اس بار ان کا واسطہ ایک خطرناک انسان سے
پڑے جو نہ صرف سائنسی طور پر طاقتور ہے بلکہ اسکی جرمانہ ذہنیت اور دلیری کا بھی
جواب نہیں ہے۔ اس کا ثبوت یہ تھا کہ چٹنی ٹاک والا پروڈیوسر عابد کی کوکلی کو اسے
استعمال کر رہا تھا۔ اس نے اپنی انتہائی صلاحیتیں صرف کر دی تھیں۔ اس بار بلکہ
پروڈیوسر عابد کی کوکلی کی نگرانی کر رہا تھا۔ پوری ہوشیاری سے۔

نامرادر عمران نے گفتگو کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ ابھی کچھ دیر ان لوگوں کو
نہ چھیڑا جائے بلکہ اس رد عمل کا انتظار کیا جائے جو عمران کے وہاں سے فرار ہو جانے
کے بعد ہو گا۔

لیکن وہ انتظار ہی کرتے رہ گئے کہ عمران کی خلاف ابھی کوئی کارروائی نہ

میں نے تمہارا کام کر دیا ہے۔۔ فیاض نے کہا۔

”اوہ گڈ۔ کام کے آدمی ہو۔ کیا رہا۔“

”تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ مگر یہ سب کچھ تم نے کیوں معلوم کیا ہے۔؟“

”وہ بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے تم بتاؤ۔“ عمران نے ایک صوفے پر پاؤں پھیل کر کہا۔

”پوسے شہر کے محتافوں سے نوادیوں کے گشت رگی کی اطلاع ملی ہے یہ سب

نوجوان تھے اور غریب طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ سب لوگ پڑا سرار طور پر غائب ہو گئے تھے۔ ان تھے کم ہونے میں دس ہند رہہ دن کا وقفہ تھا۔“

”ہوں۔“ عمران گردن ہلا کر بولا۔ کسی کے بارے میں کوئی سرخ نہیں ملا۔“

”ذرا بھی علم نہیں ہو سکا۔“

”شکرہ فیاض اب مجھے یہی معلوم کرنا تھا۔“

”مگر ان کی گشت رگی کا کیا کوئی خاص مقصد ہے۔؟“

”میں خود غائب ہونا چاہتا ہوں۔“ عمران نے بخندگی سے کہا۔

”پھر لائن سے اترے۔“

”سچ کہہ رہا ہوں فیاض!۔ اس باپی دنیا سے دل بھو گیا ہے۔ جب بیوی ہی نہ ہو

تو سایوں کا کیا اچار ڈالوں گا۔ ویسے تمہاری سگریٹ ہی تو ہے۔“

”میں سمجھ گیا۔ تمہارا کام نکل گیا ہے۔ اور اب تم مجھے فور کر کے بھگاتا

چاہتے ہو۔“ فیاض منہ پھلا کر بولا۔

”ارے نہیں ڈیر! تم زیادہ ہی حقیقت پسند ہو گے جا رہے ہو۔“

”دیکھو عمران! یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ آخر میری پریشانی کا بھی خیال کرو۔“

”ٹوپیڈی سے ملاقات ہوئی تھی؟“

”اکثر ہوتی رہتی ہے۔ جب ان کا کسی کو جھاڑنے کا موڈ ہوتا ہے۔ وہ مجھے بلاتے

فیاض نے بے چارگی سے کہا۔ عمران کو اس پر رحم آگیا۔

”آئندہ اگر بلا میں تیری تکلفی سے کہہ دینا کہ تم اس سلسلے میں کام کر رہے ہو اور بہت جلد تمام وارداتوں کا سراغ لگاؤ گے۔“

”وہ کیسے؟“ فیاض نے پوچھا۔

”میں اس سلسلے میں کام کر رہا ہوں۔ یوں سمجھ لو کہ ان لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں۔“

”راہ۔ تو گمشدہ لوگوں کا تعلق بھی اسی کیس سے ہے۔“

”بالکل اب زیادہ سمجھ نہیں تباؤں گا۔“ عمران نے کہا۔

”خیر یہی غنیمت ہے کہ تم کام کر رہے ہو؟“ فیاض نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔

”کھٹیک ہے، اب مجھے اجازت دو۔“ فیاض نے عمران سے مصافحہ کیا اور مسکرتا ہوا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد عمران سلیمان کو آواز دی۔ سلیمان اندر آگیا۔

”کوئی خاص بات۔“ عمران نے پوچھا۔

”کچھ نہیں۔ بس دو مرتبہ کسی نامعلوم آدمی کا فون آیا تھا۔ آپ کو پوچھا اور جب

میں نے کہا کہ صاحب نہیں ہیں تو اس نے فون بند کر دیا۔“

”پورا؟“ عمران نے گردن ہلانے اور پھر دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اندر سے اس نے

دروازہ بند کر دیا اور میک اپ بس نکال کر میک اپ شروع کر دیا۔ تقریباً بیس منٹ تک

وہ اپنے چہرے کی ریت کرتا رہا۔ اب وہ ایک کڑی شراپی نظر آ رہا تھا۔ صورت سے کافی بار بار

معلوم ہوتا تھا۔ پھر اس نے سلیمان کو آواز دی۔ سلیمان اندر آئے بعد پہلے تو ذرا گھبرا

پھر لمبی سانس لیکر بول کیا بات ہے۔“

”فراموشیاد رہا۔ ممکن ہے کچھ لوگ اندر آنے کی کوشش کریں۔“

”بہتر ہے جناب! آپ کہیں تو اندر آئے دالوں کو شوٹا کر دوں۔“

”ایسی کوئی حرکت نہ کرنا۔“ عمران نے کہا اور دروازہ کی طرف بڑھ گیا۔

اور پھر وہ دروازہ کھول کر زینے کی طرف چل دیا، وہ کوئی رسک لینے کو تیار نہ تھا۔
 مکتوٰی دیر کے بعد وہ نیکی کے ذریعہ بندہ رنگ کا بیچ کی طرف جا رہا تھا۔ راستے
 میں اس نے تعاقب کا خاص خیال رکھا تھا۔ لیکن تعاقب نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے بندہ رنگ
 کا بیچ سے کافی فاصلے پر نیکی رکوا دی، ڈرائیور کو بل ادا کر کے وہ بندہ رنگ کا بیچ کی طرف
 روانہ ہو گیا۔

یہاں بھی نگرانی کا اندیشہ تھا۔ اس نے چاروں طرف کا جائزہ لیا لیکن کوئی
 ایسا آدمی نظر نہ آیا جس پر شبہ کیا جاسکتا۔ پھر وہ بندہ رنگ کا بیچ میں داخل ہو گیا۔
 اندر ناہر اس کا انتظار کر رہا تھا، ناہر کے چہرے پر بھی لا جواب میک اپ تھا وہ ایک
 ادیر عمر کوئی نظر آ رہا تھا۔ بال کچھڑی تھے۔ اور کہیں کہیں سفید موٹھیں بھی جھانک
 رہی تھیں، بیک نظر عمران بھی اسے نہ پہچان سکا۔
 ”کیا جنرل ہے۔“ ہاں اس نے عمران سے پوچھا۔
 جواب نہیں آیا، عمران نے کہا۔

”بہر حال اتنی محنت کے باوجود بھی میں آپ کا ہم پہ نہیں ہو سکا۔“ ناہر نے عمران
 کے میک اپ کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ بڑے میاں کی طرف رخ کر کے بولا
 ”اچھا انکل اب آپ سیدھے جزیرے پر چلے جائیں اور وہاں سے اسٹیئر مزدور واپس
 بھیج دیں لیکن ہے مجھے بھی وقت مل جائے۔“

بڑے میاں نے عمران کو گھورتے ہوئے کہہ دی حلالی۔ اور ناہر اور عمران ایک
 جیب کی طرف بڑھ گئے مرد دوسرے ہی لمحہ جیب بندہ رنگ کا بیچ سے نکل گئی۔
 ”اس سلسلے میں آپ نے معلوم کیا ہے؟“ راستے میں ناہر نے پوچھا جو ڈرائیور رنگ سیٹ پر تھا۔
 ”ہاں ہمارا اندازہ صحیح نکلا۔ کیٹین فیاض نے کچھ دیر قبل مجھے رپورٹ دی ہے۔“
 ”اوہ کہتے آدمی تھے وہ، اور ان کی کیا پوزیشن ہے؟“ ناہر نے پوچھا
 ”شہر کے مختلف تنہاؤں میں نو آدمیوں کے کم بونی کی رپورٹ درج ہے، وہ سب غریب تھے۔“

ہوں۔ نامہ پیر از خیال انداز میں بولا۔ "اس کا مطلب یہ ہے عمران صاحب کہ یہ ایک اور امیہ ہے۔ غریب نو جوانوں کو اغوا کر کے یہ تجربات کیے جا رہے ہیں۔ خدا کی قسم میری تو خواہش ہے کہ وہ زندہ نظر آجائیں تو اسے گرفتار کر کے اس کے جسم پر چھوٹے چھوٹے زخم لگاؤ۔ اور اس میں تیزاب بھر دوں اور اس طرح سے تمام معلومات حاصل کروں۔"

"میں بہر صورت صبر سے کام لینا چاہیے۔" عمران نے کہا۔

"وہ اس طرح ہمارے ملک میں اٹھارہ خون کر چکے ہیں۔ اور بچانے کتے کر بیگا۔"

"مجھے بھی ان بے گناہوں کے خون کا انوس ہے۔ لیکن اب بھی بہر حال جذبات سے کام لینا نہیں ہوگا۔ جب تک پوری اصلیت معلوم ہو جائے۔" عمران نے کہا اور دونوں اپنے اپنے خیالات میں ڈوب گئے۔



برہنہ روڈ کی شاندار کوٹھی کے سامنے جیپ رک گئی، اور فوراً ہی چوکیدار بکاچہرہ نظر آیا۔ "یس سر؟" اس نے گردن نکال کر پوچھا۔

"بات سنو۔" عمران نے کہا۔ اور پھر کار سے اتر کر پھاٹک کے اندر گھسنا چلا گیا۔ چوکیدار اسے تعجب سے دیکھتا رہ گیا۔ عمران نے اندر گھس کر پھاٹک کھول دیا۔

"اے اے۔" صاب بات تو سنتے۔ جس سے ملتا ہے۔" چوکیدار چلتا اور اس کے پیچھے لپکا۔ لیکن عمران جیپ میں بیٹھ کر گاڑی آگے بڑھا چکا تھا۔

"اس طرف۔" عمران نے لیبارٹری والی عمارت کی طرف اشارہ کیا اور نامہ

جیب کا رخ اُس طرف کر دیا۔

”یہ کیا معاملہ تھا۔“ ناصح نے پوچھا۔

”یہ کسی کے اندر داخل ہونے سے قبل اُن لوگوں کو فون کر کے اطلاع دینا ہے۔“

اس کے بعد لوگ اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ اس دوران اندر انتظامات مکمل ہو جاتے ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اوہ۔“ ناصح نے گردن ہلائی، اور جیب روک دی۔ پھر وہ کافی تیزی سے نیچے

اترے اور اندر عمارت میں داخل ہو گئے۔ سب سے پہلے انکی مدد بھیج کر زبیدہ سے ہوئی۔ وہ ان لوگوں کو دیکھ کر کھٹک گئی۔

”ہیلو۔“ عمران نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”پروفیسر عابد کہاں ہیں میں فریڈ۔“

”اندر موجود ہیں۔“ زبیدہ نے پاٹ لپکے یہ جواب دیا۔

”براہ کرم ہمیں ان کے پاس لے چلیے۔“ عمران بولا۔

”وہ بہت مصروف ہیں۔“ زبیدہ ہوئی۔

”ہمیں بہت ضروری کام ہے پلیز۔“ عمران نے آگے بڑھ کر اس کا بازو تھام لیا۔

اس نے اس بے باکی پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وہ عمران کے ساتھ واپس مڑ گئی۔ اور پھر

وہ لوگ لیبارٹری میں داخل ہو گئے۔ یہاں سے گزر کر وہ ایک دوسرے کمرے میں پہنچ

گئے۔ ناصح نے اشتیاق سے لیبارٹری کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کمرے میں ڈرائنگ

پر دفعتاً دو ایک مشین کے پاس موجود تھے۔ ان لوگوں کی آواز سن کر وہ دونوں چونک

پڑے، اب دھان کے قریب آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ پروفیسر کے چہرے پر درشتی کے آثار تھے۔

”آپ لوگ کون ہیں، اور بغیر اجازت اجازت اندر کیسے آ گئے۔“ وہ سخت اہمیت سے

”ساری۔“ آپ حضرات میں پروفیسر عابد ورنی کون ہے۔“ عمران نے آواز بولا

”کہہ کہا۔“ میں ہوں، پروفیسر نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ناصح اس دوران اس

میز پر پڑے ہوئے سانپا کا جائزہ لے رہا تھا جس کا حجب پر ہاتھ تھا۔ شاید وہ بہوش تھا۔

”ہم لوگ یہاں بغیر اجازت نہیں آئے ہیں پروفسیر انامہ نے دستور جاری کیا۔“
 ”تم نے اجازت کیسے دی فریدہ؟“ وہ فریدہ کی طرف پلٹ کر دیکھا۔
 ”م۔۔۔۔۔ میں نے۔۔۔۔۔“ فریدہ بکھلائی۔

”میں فریدہ نے اجازت نہیں دی پروفسیر نے۔“ ٹکٹ کی اجازت بلکہ حکم سے ہم لوگ یہاں آئے ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔“ پروفسیر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ”اس ذیل ملک میں اس کے سوا اور کیا کیا جاسکتا ہے کم دوسروں کو پریشان کیا جائے۔“

”آپ کا خیر بھی اسی منی سے اٹھتا ہے پروفسیر؟“ عمران بولا۔

”اجازت نامہ دکھاؤ۔“ پروفسیر نے کہا۔ اور عمران نے اندر دئی کوف

کی جیب میں ہاتھ ڈال دیا۔

ناجرا اس دوران پورے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا، اس نے سرسری نظر سے دوسرے شخص کا بھی جائزہ لیا۔ یہ وہی چٹی ٹاک دالا تھا۔ لیکن اس وقت وہ بالکل بے تعلق کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پہلا پرواہی کے آثار نہ تھے۔

عمران نے جیب سے اجازت نامہ جو اسے منارت داخلہ کے توسط

سے ملا تھا۔ نکال کر پروفسیر کے ہاتھ میں رکھا دیا۔ پروفسیر نے دیکھا رہا۔ سمجھتا

سامنے بنا کر وہ عمران کو واپس کر دیا۔

”دیکھو لڑکی یہاں ایٹیم نہیں بنا رہا ہوں تاکہ اس ملک کو تباہ کر دوں؟“

”یہ کیا ہے پروفسیر؟“ عمران نے میز پر پڑے ہوئے سانپ کو دیکھ کر کہا

”سانپ ہے۔۔۔۔۔ کالا سانپ۔“

آپ اس کا کیا کر رہے ہیں۔

اس کے جسم کے مختلف حصوں پر شجرات کر رہے ہیں جناب! ہم سرطان کا علاج دریافت کر رہے ہیں۔ اگر ہم اس میں کامیاب ہو گئے تو یقیناً یہ انسانیت کی ایک عظیم خدمت ہوگی۔ "چیخ ناک والا ایک دم بول پڑا۔

ادہ۔ آپ کی تعریف پر و فیسا اعران نے کہا۔

"مجھے فیڈ روکتے ہیں۔ ڈاکٹر کے دیرینہ دوستوں میں سے ہوں۔ سچے بڑے

قبل اپنے ملک سے آیا تھا۔ تب سے پروفیسر کا ہی جہاں ہوں۔

"کیا آپ بھی سائنس سے شغف رکھتے ہیں؟

"بہت زیادہ۔ میرا بھی یہی سیمینکٹ ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسی خاص

سلسلے میں منظر عام پر نہیں آسکا۔ فیڈ رو نے مسکرا کر کہا۔

"خوب۔ آپ تو خاصے دلچسپ آدمی نظر آ رہے ہیں۔ بہر حال مجھے افسوس ہے کہ

ہم لوگ آپ کی معلومات میں حارحہ ہوئے۔ لیکن بہر حال یہ ہماری ڈیوٹی ہے۔"

"یقیناً جناب! آپ اپنا فرض انجام دیں۔" فیڈ رو نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"براہ کرم ڈاکٹر آپ ہمیں اپنی معلومات سے آگاہ کریں۔"

"میں آج کل صرف سرطان کے چکر میں ہوں۔ اور اس کے علاوہ امد کوئی

خاص کام نہیں کر رہا ہوں۔ تم لوگ تلاشی لے لو۔"

ادہ۔ تلاشی کا لفظ استعمال کر کے آپ سائنس کی توہین نہ کریں پھر پھر۔

ہم لوگ واقعی مجبور ہیں۔ عمران نے جواب دیا، پھر پروفیسر عابدہ زبیدہ اور فیڈ رو

کو لے کر پوری لیبارٹری کا چکر لگانے لگا۔ اس دوران نامہ فاعوشا رہا۔ انھوں نے

وہ کپڑہ بھی دیکھا جہاں ان وحشیوں کو قید کیا گیا تھا۔

یہ کپڑہ کیسا بے پروفیسر عمران پوچھ رہی بیٹھا۔

”بعض اوقات تجربات کے لیے یہاں جانور لائے جلتے ہیں۔“ پروفسر نے کہا۔

”ادہ۔ کیا میں بھی اسے دیکھ سکتا ہوں۔“

”دیکھو۔“ پروفسر نے کہا اور ایک بٹن دبایا، کتھرہ اسی پر اٹھ گیا۔ عرف عمر
اندرواغل ہوا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے عجیب سی نگاہ نذر پر ڈلی
نامہ ایک طرف پلٹ پڑا۔

اس سے پہلے کا انداز ایسا اچانک تھا کہ فیڈرو اور پروفسر کی طرح چونک
پڑے، وہ اس طرف دیکھنے لگے جدھر نامہ دیکھ رہا تھا۔ اور۔ اس دوران عمر ان کا کام
بن گیا۔ اس نے جلدی سے جھک کر کوئی چیز اٹھالی، اسے جیب میں رکھ لیا۔
کیا بات ہو گئی۔“ فیڈرو اسے گھورتا ہوا بولا۔

”جیسے۔ جگہ بڑی پڑاسرا معلوم ہو رہی ہے مجھے اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے
کسی نے مجھ پر چھلانگ لگا دی ہے۔

اور پھر وہ ایک جگہ سے گزر رہے تھے کہ اچانک ایک روشنی کا جھمکا ہوا اور
وہ چونک پڑے اور ادھر اُدھر دیکھنے لگے لیکن بظاہر کوئی وجہ نہیں نظر نہیں آئی۔
”یہ روشنی کیسی تھقی پروفسر؟ عمر ان نے پوچھا۔

”روشنی؟ پروفسر نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

”ابھی کیا آپ نے روشنی محسوس کی تھی۔“

”نہیں تو۔ آپ کو دھوکہ ہو رہا ہے جناب!

روشنی میں نے بھی نہیں دیکھی! فیڈرو نے جلدی سے کہا۔

”ادہ۔ شاید۔ ہاں تو جناب میرے خیال میں اند کوئی جگہ باقی نہیں رہ گئی ہے۔“

عمر ان نے کہا۔

”یہ فیصلہ تو آپ کریں۔ ظاہر ہے کہ یہاں کوئی غیر قانونی کام نہیں ہو رہا ہے۔

تو میں آپ کو اس جگہ کیسے لے جاؤں گا۔ پروفیسر نے کہا۔

”اوہ۔ ایسا نہ کہیں پروفیسر! ہم ذاتی طور پر آپ کی عزت کرتے ہیں، اور

پھر اس لیبارٹری کو دیکھ کر آپ کی عظمت، حارسوں میں اور بڑھ گئی ہے۔“

پروفیسر نے شلنے ہلا دیجئے اور عمران نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

پروفیسر نے بھی سردہری سے ہاتھ مڑھایا، پھر عمران نے فیڈر سے مصافحہ کیا۔

اس سے مصافحہ کرتے وقت اس نے فیڈر کی قوت کا بھی اندازہ کر لیا۔

پھر وہ وہاں سے باہر نکل آئے۔ ستھوڑی دیر کے بعد انکی جیب پروفیسر کی
کوٹھی سے باہر نکل رہی تھی۔

گیٹ سے باہر ہونے کے بعد عمران نے ایک طویل سانس لی اور عمران کہنا
”یہ کہنے لگا، بڑی خیریت ہوئی، درد شاید ہم اسکو وہاں سے دیکھ سکتے تھے،“ نامر لولا

”ہاں“ عمران نے کہا۔

”آپ نے کیا اندازہ لگایا۔“

”کیا مطلب؟“

”ہاں مجھے اس کٹھن میں ایسی چیز ملی ہے جو ہمارے خیال کی تصدیق کرتی ہے۔“

”کیا چیز ہے۔“

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر اس نے چند بال نکالے اور ناعمر کے ہاتھ
پر رکھ دیئے۔ نامر حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

”میں نہیں سمجھا۔“ وہ تعجب سے لولا۔

”ایسے ہی بال میں نے وحشیوں کے چہرے پر دیکھے تھے، اور ایسے ہی بال اس
شخص کی مسٹھی میں تھے جسے گردن دبا کر ہلاک کیا گیا تھا۔ جس کی لاش کیپٹن فیاض نے
دریافت کی تھی۔“

فیڈلہ دکا بھیانک قہقہہ دیاروں سے نکلنے لگا، پرونیس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے اور فریدہ سیاٹ نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ کسی قسم کے تاثرات سے عاری تھا۔

”آخر یہ تمہارا شیطانی چہرہ کب تک چلتا رہے گا۔ میں خودکشی کروں گا۔ میں اب اس ذہنی کوفت سے اکتا گیا ہوں۔ پرونیس نے پریشان کن لہجے میں کہا۔
 ”نہیں پرونیس تم اپنی مرضی سے خودکشی بھی نہیں کر سکو گے۔“ فیڈلہ رو پھر اٹھا۔
 ”آخر کب کی دشمنی نکال رہے ہو میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔“

”میں تمہاری درخواست پر تو یہاں آیا تھا پرونیس، تم سٹر نامہ کو نیچا دکھانا چاہتے تھے نا۔ دیکھو لو نہ صرف نامہ بلکہ تمہارے ملک کے بہترین دماغ بھی ناچتے پھرتے ہیں، میرا وعدہ ہے پرونیس نامہ کو کبھی بھی وقت میں کتے کی موت مارا جس وقت بھی میں چاہوں اسے جہنم رسید کر سکتا ہوں۔ لیکن مجھے چوہے بلی کا کھیل بہت پسند ہے۔ میں ان سے بلی کی طرح کھیل رہا ہوں۔ اور جب اکتا جاؤں گا ان کھیل کو ختم کر دوں گا۔ کیل سمجھو، تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی پرونیس، نامہ کا نام بھی بال نہیں رہے گا۔ لیکن تمہیں میرے اصول کا پیٹل ہی علم تھا۔ جس کام میں میں ہاتھ ڈالتا ہوں وہ میری مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔“

”مگر تم نے ہمارے ذہن کو کیوں قابو میں کر رکھا ہے۔ ہم تو تمہارے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔“

”احتمال نہ بناؤ پرونیس! کیا تم باپ بلی میرے دشمن نہیں بن چکے ہو، اگر میں

تمہارے ذہنوں کو آزاد کردوں تو سب سے پہلے تم میرے قتل کا منصوبہ نہیں بناؤ گے۔
 ”مگر میں نہیں چاہتا جو تم کر رہے ہو۔“ پروفیسر بھاری لہجہ میں بولا۔
 ”میں کہہ چکا ہوں کہ ہوتا ہی ہے جو میں چاہتا ہوں۔ کیوں بے بی تمہارا کیا خیال؟“
 ”ڈیڈی نے حسد میں مبتلا ہو کر دوسرے کے لئے گڑھا کھودا تھا۔ خود اس میں
 گر پڑے، مجھے ان سے کوئی ہمدردی نہیں ہے،“ فریدہ نے خشک لہجہ میں کہا۔
 ”کیا اس وقت اس کی زبان سے تم بول رہے ہو فیڈرو۔ یا اس کا ذہن
 بھی آزاد ہے۔“

”نہیں ڈیڈی میرا ذہن آزاد ہے۔ میں خود بول رہی ہوں۔ میں آپ کی بیٹی
 ہوں۔ آپ کی بر بات اچھی سمجھتی تھی جسے آپ اچھا سمجھتے تھے، چنانچہ میں نے آنکھیں
 بند کر کے اس اسکیم کو بھی سنا۔ میں نے سمجھا کہ کسی وجہ سے آپ نے یہ بھی اچھا ہی
 سوچا ہو گا۔۔۔ لیکن آپ نے مجھے کنویں میں دھکیں دیا۔ اور اب میں بھی یہ سزا
 بھگت رہی ہوں۔“ فریدہ نے جواب دیا۔

”سچ کہتی ہو! حسد بہت بڑی بلا ہے، کاش۔۔ کاش۔“ پروفیسر غزوہ
 انداز میں خاموش ہو گیا۔

”اب ان باتوں کو چھوڑو پروفیسر! تازہ رپورٹ سنو، تمہیں علم ہے
 کہ صلح یہاں دو آدمی آئے تھے۔ جنہوں نے لیبارٹری کی تلاشی لی تھی۔“

”ہاں میرے ذہن میں ہے۔“

”تمہیں بھی یاد ہو گا بے بی۔“

”کاش یاد نہ رہے۔ یادداشت ہی غلاب ہو جائے گی،“ لڑکی نے کہا۔

”بہر صورت! اب میں ایک انکشاف کرتا ہوں۔“ وہ عمران اور ناصر تھے۔“

”کیسا؟ پروفیسر چونک پڑا۔“

”ہاں“ انہوں نے گھٹیا پھر وہ یہ کاروبار بدلا ہوا تھا۔ لیکن میں نے میکا
توڑ کمرے سے ان کی تصویریں لی ہیں، تمہیں یاد ہو گا کہ انہوں نے کب روشنی پر
حیرت ظاہر کی تھی۔ دراصل چلتے چلتے میں نے ایک کیمرا کا بشن دبایا تھا۔ جو دو منٹ
بعد اصلی تصویر لے لیتا ہے۔ وہ فلش لائٹ تھا۔ یہ دیکھو۔ فیڈرو نے وہ تصویر
نکال کر سامنے رکھ دیں اور وہ دونوں انہیں غور سے دیکھنے لگے۔
”کیا خیال ہے۔۔“

”ہاں یہ وہی دونوں ہیں : پردنیر نے گردن ہلائی۔
”کسی طرف لگی ہوئی گن سے گولیاں چل کر ان کے جھولہ میں پیوست
ہو جائیں، اور کون جان سکتا تھا کہ یہاں کونی آیا تھا۔ اسی بات سے تم اندازہ
لگاؤ پردنیر کہ یہ دونوں آدمی کس طرح خاموشی کے ساتھ ختم کیے جاسکتے ہیں، لیکن
میں کہہ چکا ہوں کہ میں ان سے چوبے بلی کا کھیل کھیل رہا ہوں۔ جب اکتا جائے گا
اسی دن ختم کر دوں گا، اس سلسلے میں ایک دلچسپ بات سوچی ہے۔۔“
”پردنیر اور فریدہ دونوں فیڈرو کی طرف دیکھنے لگے۔

”میں محسوس کر رہا ہوں کہ اس گھٹی گھٹی فضا میں بے بی کی صحت گرتی جا رہی
ہے۔ اسے کھلی فضا کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میرا خیال ہے کہ بے بی کو عمران سے
دوستی کرنی چاہیے۔“ فیڈرو نے کہا۔
”کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔۔“

”بے بی عمران سے رومان لڑائے گی۔“ فیڈرو نے کہا۔
”کیا بکو اس ہے۔“ پردنیر پھنسی آواز میں بولا۔

”ہاں پردنیر بے بی کا فطری حق ہے، تم نے اسے مشین بتا دیا ہے۔ بے بی
عمران کو پہچانے گی، اور میں بے بی کے ذریعہ اسے بے وقوف بناؤں گا۔“

”تمہارا دماغ خراب ہے“ پر وہ فیسر غرایا۔ لیکن مزید سنجیدہ مکتی۔ اس کے چہرے پر ایک لمحہ کے لئے ہچک آگئی۔ لیکن پھر اس نے اپنے احساسات پر قابو پایا۔ اس کے سامنے ایک بھیاں تک انسان تھا۔ جس سے اپنے جذبات چھپانے ضروری تھے۔ اگر وہ کسی بھی صورت سے عمران سے ملنے کا موقع دیدے تو شاید کچھ بات ہی بن جائے۔ وہ سوچ رہی تھی۔

کھٹیک بے پردہ فیسر، لیکن وہی ہو گا جو فیڈر وچا ہے گا۔ فیڈر و نے ایک ہتھکڑی لگایا، اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں نیلی شعلیں اُٹھانے لگیں۔

”یس سر“ لڑکی نے کاغذات سمیٹے اور انہیں فائل میں رکھتے ہوئے گردن پٹائی اور ہاتھ کی تیاری کرنے لگی۔

سنو، فیاض نے کہا، اور وہ رک گئی۔ مجھے یقین ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اگر کسی بھی سلسلے میں تمہیں کوئی دقت یا پریشانی ہو تو بتاؤ، تکلف مجھے بتاؤ دینا۔ افسوس ہے کہ آج کل مسرور دنیا کی وجہ سے میں تمہارا خیال نہیں کر رہا ہوں۔“

”ادہ جناب! گزارش ہے آپ کی۔ میں بالکل ٹھیک ہوں، لڑکی نے معذرت سے کہا۔

”آج شام کو سات بجے اگر مناسب سمجھو تو کاسینو میں ملو، ذہن اسقدر

تھک گیا ہے کہ یوریت ہونے لگی ہے۔ اگر نہیں پیٹے ی سے کوئی کام ہو تو کوئی حرج ہے
 بہتر ہے جناب میں حاضر ہو جاؤں گی۔ لڑکی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے
 ساتھ کہا۔ اور پھر نائل نے کراٹھ لگی۔ چور۔ چوری سے جاتا ہے مگر میرا پیہری سے
 نہیں جاتا کہ مصداق فیاض ذہنی طور پر پریشان ہونے کے باوجود اپنی حرکتوں
 سے باز نہیں آ رہا تھا۔ سیکرٹری پر ڈورے ڈالنے کی کوشش بدستور جاری تھی۔
 اور اس کوشش میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ لڑکی برابر سے لفٹ دے
 رہی تھی کہ وہ آگے بڑھائے۔

سیکرٹری کے جانے کے بعد سے پھر پریشان خیالات کے آگیا، کیوں کہ
 نائل پڑے ہوئے تھے جن کے بارے میں آج کل تفتیش ہو رہی تھی، اب تک وہ
 اس سلسلے میں کچھ بھی نہ کر سکا تھا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ عمران نے اب تک کیا
 کیا ہے۔ وہ عمران کی خوشامد بھی کر سکتا تھا۔ اسے کام کے لئے مجبور بھی کر سکتا
 تھا۔ لیکن یہ بات بتی تھی۔ وہ کہاں تک عمران کا سہارا لے سکتا تھا۔ وہ سوچتا
 رہا، اس کا ذہن پراگندہ ہوتا رہا۔

اسی وقت حیرانی نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور پھر حیران صاحب کا
 آدمی اندر داخل ہو گیا۔ اسے دیکھ کر اس کے فیاض کے ^{اوسٹل} حلقہ ہو گئے۔
 ”صاحب نے سلام دیا ہے۔ رحمن صاحب کے آدمی نے کہا۔“

”اچھا۔ فیاض نے گردن ہلا کر کہا۔“ تم چلو نہیں آ رہا ہوں۔ میرا سی
 باہر چلا گیا۔ اور فیاض کا حلق خشک ہونے لگا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ صاحب نے
 کیوں سلام دیا ہے۔ چند سکینڈ تک وہ سوچتا رہا۔ بہر حال جانا تو تھا ہی۔
 وہ لباس وغیرہ درست کر کے رحمن صاحب کے آفس کی طرف چل دیا
 ارکنڈیشنڈ آفس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اور سلام کر کے
 آگے بڑھ گیا۔ وہی عجیب رعب دار چہرہ سامنے تھا۔

رحمان صاحب کی کانفرنس پر جھگڑے ہوئے تھے۔ اشارے سے انہوں نے سلام کا حصار دیا اور کاغذات پیر وینٹ رکھتے ہوئے بڑے بیچھے جاؤ۔ ”فیاض بے چون چوں کر سی پر بیچھ گیا۔“
 ”آج کل تمہارے پاس دو کہیں ہیں۔ رحمن صاحب رعبدار آواز میں بولے۔
 ”سین سر۔“ فیاض کا دل اچھلکھلک رہا تھا۔
 ”ایک تو اس لاش کا ہے جو تمہیں ملی تھی۔ دوسرا معاملہ ان دھواؤں کا ہے جن کے بعد سڑکوں پر خون دیکھا گیا تھا۔ دونوں ہی پر اسرار ہیں۔“
 ”جی ہاں جناب۔“

”تم نے اس سلسلے میں کیا کیا ہے۔“

”میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔ مگر وقت یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنے اثر و رسوخ کا بجا استہزاء کرتے ہیں۔ ان حالات میں تفتیش مشکل ہو جاتی ہے۔ میرا مطلب پروفیسر عابد کی طرف ہے، انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا ہے۔ میرے خیال میں اکھنول نے صحیح جواب بھی نہیں دیئے ہیں جن سے رضوی کی زندگی پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔“
 ”ہوں۔“ رحمان صاحب سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر بولے ”تھیک ہے۔ اسی طرح تفتیش میں وقت ہوا کرتی ہے۔ ویسے عمران کیا کر رہا ہے آج کل؟“
 ”اوہ اکانی دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی ہے جناب۔“ فیاض نے مودبانہ انداز میں کہا۔
 ”مجھے بھی نہیں ملا ہے۔ اس دن جو میرے پردیکھا تھا جس پر جو خوار گوریلے حملہ کیا تھا۔ وہ شاید گوریلے کی لاش دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد پھر نہیں بل سکا۔“ رحمان صاحب کہتے نکلے۔

فیاض خاموش رہا۔ رحمان صاحب پھر بولے۔
 ”میرا خیال ہے کہ ان معاملات نے اسے غور اپنی طرف متوجہ کیا ہوگا۔ اسے ملو، ممکن ہے وہ تمہاری مدد کر سکے۔ وہ جیبرہ اس کے دوست نادر کا ہے اس کے

یقیناً وہ اس کیس میں دلچسپی رہا ہوگا۔ دراصل یہ معاملات ضرور کسی ایک اہم معاملہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ ملک میں ان معاملات کی وجہ سے خوف و ہراس پھیل رہا ہے اس لیے ان کا فوری خاتمہ ضروری ہے۔

”بہت بہتر ہے، میں ان سے ضرور ملوں گا۔ اور پروفیسر عابد سے بھی ملنا ضروری ہے۔ مجھے رضوی کے بارے میں ان سے کچھ سوالات کرنے ہیں۔“

”بھیک ہے، البتہ تم جاسکتے ہو۔ رحمان صاحب نے کہا اور فیاض کو بھی اس کا دوسرے ہی لمحے وہ کوٹھی سے باہر نکل آیا۔ رحمان صاحب سے گفتگو نے اس کا حوصلہ بڑھا دیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ پروفیسر عابد سے عمران پہلے ہی مل چکا تھا اور اس نے اس بارے میں جو انکشافات کئے تھے، وہ حیرت انگیز تھے، چنانچہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب چونکہ رحمان صاحب سے اجازت مل گئی ہے اس لیے پروفیسر سے دو ٹوک گفتگو کی جاسکتی ہے۔ اس لیے اگر ضرورت پڑی تو اسے مجبور بھی کیا جائے گا۔ باہر آکر اس نے دو اتلیکروں کو ساتھ لیا اور جیب میں بیٹھ کر پروفیسر کی کوٹھی کی طرف چل دیا۔ چند سی منٹ کے بعد جیب پر ہتھ رو ڈپڑا، پروفیسر کی کوٹھی کا دروازہ پرک گئی۔ فیاض نے ہارن دیا اور چونکیدارے دروازہ کھول دیا۔ چند منٹ بعد وہ رہائشی عمارت کے نزدیک پہنچ گئے۔ فیاض آفسر اہل شان سے کوٹھی میں داخل ہوا۔ دوسرے لمحہ وہ ایک کمرے کے دروازہ پر تھا۔ جس سے گفتگو کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے دستک دی، اندر سے آجاؤ کہا گیا۔ لیکن فیاض کو دیکھ کر اندر موجود پروفیسر بری طرح چونک پڑا۔ وہ فرید سے گفتگو کر رہا تھا اس کے چہرے کے تاثرات سخت ہو گئے۔

”یہ کیا بد تمیزیا ہے۔ تم میری اجازت بغیر اندر کیسے داخل ہوئے۔ میں چور ہوں۔“
 ”تم بد تمیز ہو، پروفیسر۔“ ہوش میں رہ کر گفتگو کر دے۔ وہ نہ اسی جگہ بیٹھ گیا۔
 لگائی جاسکتی ہیں۔ فیاض نے زہریلے لہجے میں کہا۔ اور پروفیسر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ

چند منٹ تک فیاض کو خوار نگاہوں سے دیکھتا رہا، پھر اس نے کہا
 "میں ابھی انسپکٹر جنرل سے گفتگو کرتا ہوں، آخر پولیس نے میرے گھر کو تماشہ
 کیوں بنا رکھا ہے۔" وہ فون کی طرف بڑھا لیکن اسی وقت فیاض نے ہینڈل نکال لیا۔
 "اگر تم نے ریسپور کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ میں سوراخ ہو جائے گا۔ آ
 فیاض کہنے لگا۔ پروفیسر نے سنکر سکتے کے عالم میں کھرا رہ گیا۔ وہ بھرائی ہوئی
 آواز میں بولا۔ "تو اب پولیس نے غنڈہ گردی شروع کر دی ہے۔"

"ہاں پروفیسر تم جیسے بد دماغ لوگوں کے کیڑے جھاڑنے کے لئے سب کچھ
 کیا جاسکتا ہے، بلیچہ جاؤ اور تیز سے گفتگو کرو۔ ورنہ تمہاری گفتگو تمہارے
 لئے نقصان دہ ثابت ہوگی" لپچار پروفیسر نے غیر ادنیٰ طور پر اسے کہنے پر عمل کیا۔
 دونوں انسپکٹر دروازہ کے قریب کھڑے ہو گئے تھے، زیدہ بھوعلی سی رہ گئی۔
 پروفیسر فیاض کے سامنے بیٹھ گیا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"رضوی کے بارے میں تمہاری فراہم کردہ اطلاعات ادھوری تھیں، فیاض بولا
 "کیا مطلب۔" پروفیسر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"رضوی نے اس رات تم سے کوئی چھٹی نہیں لی تھی۔ وہ کہاں اور کس حال میں
 کیا تھا۔ اور اس نے کس نے قتل کیا تھا۔" فیاض نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔
 "تو کیا تمہارے خیال میں اسے میں نے قتل کیا تھا؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"میری بات کا جواب دو پروفیسر، میرے خیال کو چھوڑو،
 "میں کہہ چکا ہوں۔ میں اس سے زیادہ نہیں بتا سکتا۔" پروفیسر کچھ سہجیل گیا
 "ٹھیک ہے پروفیسر! آئندہ جیسا بھی ضرورت ہوگی تمہیں ہیڈ کوارٹر طلب
 کر لیا جائے گا۔"

پروفیسر نے پیچ و تاب تو بہت کھایا۔ لیکن وہ کچھ نہ بولا، اور فیاض لپٹول چلیپ

میں ڈال کر واپس چلا گیا۔ گیٹ سے نکل کر وہ اپنی جیب میں آبیٹھا۔ جیب اسٹارٹ ہو کر
باہر نکل گئی۔

پروفیسر سکتے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ فریدہ بھی اسی طرح کھڑی تھی۔ اچانک ان دونوں
نے آہٹ کی آواز سنی اور چونک کر اُدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ اندرونی دروازہ سے فریدو
نکل رہا تھا۔ اور فرای آن کے قریب آ گیا۔

”تو تمہارے ملک میں اب تمہاری یہ قدر و قیمت رہ گئی۔ پروفیسر! وہ بولا۔
چونکہ پروفیسر اور فریدہ اب ٹرانس سے آزاد ہو گئے تھے اس لئے وہ دونوں ایک بار
چونک پڑے۔ ”کیا کہہ رہے ہو تم۔“ پروفیسر نے کہا۔

”میں کہہ رہا تھا کہ اب تمہارے ملک میں تمہاری یہ قدر و قیمت رہ گئی ہے
کہ معمولی پولیس مین تمہیں گولی مارنے کا دھمکی دے جاتے ہیں۔“

”مجھے تعجب ہے اسے تجرات کیسے ہوئی۔“ پروفیسر نے حیرت سے کہا۔
”تمہاری کوئی قیمت نہیں ہے پروفیسر! لیکن تم اپنے ملک کے لئے قربان ہو جاؤ
لیکن ہے موجودہ حالات میں پولیس کو بچھڑا کر شکستہ ہوا ہو۔ اور اسی شکستہ
اتنی شدت اختیار کر گئی ہو۔۔۔۔۔“

”تم تو ملک کے مجنوں ہو پروفیسر! لیکن اتنی آہستہ کہ فریدو کو تمہاری توہین کرنے کی
خود رسزا ملے گی۔ کم از کم فریدو یہ برداشت نہیں کر سکتا! فیڈرو مکاری سے بولا۔
”نہیں... نہیں۔ تم کوئی گڑبڑ مت کرو!“

”کیا بکواس ہے پروفیسر۔ اب صرف تمہاری عزت کا سوال نہیں ہے بلکہ فیڈرو کا
بھی سوال ہے۔ اس پولیس آفیسر کی درگت کے ساتھ یہاں کی پولیس کو بھی دارنگ
دی جائے گی۔“

”تم تباہی کی طرف جا رہے ہو فیڈرو۔ تمہارے ذہن میں اتنا غرور آ گیا ہے کہ
حکومت سے ٹکرا رہے ہو، تم بہر صورت کچھ بھی نہ کرو۔ میری ذلت اور پریشانی میں اضافہ
ہو نہ رہے۔“

تم حرف پولیس کی بات کر رہے ہو پردنیر اس ملک پر میری حکومت ہوگی۔
 میری مرضی کے مطابق حکومت ہوگی۔ وہ شخص اس ملک کا سربراہ ہوگا، جو
 میرے قدم چائے گا۔ مجھے یہ ملک پسند آ گیا ہے۔ میں اس کی قیمت بدل دیا جاتا ہوں
 فیڈر کے چہرے پر مکاری اور خوشنوازی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ پردنیر اس کے
 ارادے سے کانپ گیا۔ فیڈر وزیر درویشی کا رہا تھا۔ اس سے کچھ بھی
 بعید نہ تھا اور یہ سب مصیبت پردنیر عابد کی لائی ہوئی تھی۔
 عابد نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا۔



بات بتی ہو یا نہ بنی ہو۔ ہر حال فیاض ذہنی طور پر بڑی آسودگی محسوس کر رہا تھا
 اس کے دل کی بھر اس نکال لی تھی، ویسے درحقیقت رضوی کی موت پر کوئی رنج
 نہیں آسکتی تھی۔ اسے ایک احساس ہوا تھا وہ یہ کہ پولیس کا کام اس طرح چل سکتا ہے
 پردنیر کے ہاتھوں میں رضوی کے قتل کے الزام میں وہ ہتھکڑیاں لگا سکتا تھا
 اور یہ خیال اس کے ذہن میں بری طرح جم گیا تھا کہ رضوی پردنیر عابد کا
 اسسٹنٹ تھا اور شاندار ذہن کا مالک تھا۔ پردنیر عابد چونکہ ایک مغز دار اور
 خود غرضی انسان ہے اس لیے اس نے ایک ایسے قاصدے پر عمل شروع کیا جو خطرناک
 تھا۔ رضوی چونکہ اس کی طرح خود غرض نہیں تھا۔ اس لیے اس نے اسے اس کام
 سے منع کیا، اور پردنیر رضوی کا دشمن ہو گیا۔ چنانچہ باقاعدہ پلان بنا کر رضوی کو

قتل کر دیا گیا تاکہ رضوی پر دفسیر کی سازش کو حکومت کے کانوں تک نہ پہنچا سکے۔
 فیاض نے پلان بنایا اور اپنے ذہن کی اس اپج پر اچھل پڑا۔ اس کا چہرہ سرخ
 ہو گیا اب اسے صرف ایسا با حول تیار کرنا تھا کہ پر دفسیر کے خلاف ثبوت مل جائے۔ دوسری
 اس نے ذہن میں کہا۔ کاش وہ اسی طرح اپنے ذہن کا استعمال کرتا رہے۔ یہ خیال غلط
 نہیں ہو سکتا ہے۔ یقیناً اس میں کوئی بات ہے، صرف ثبوت حاصل کر لیا جائے۔
 دفتری نام پورا کر کے وہ اٹھ گیا، گھر آکر اس نے بیوی پر کافی رعب بھاڑا۔
 اور پورے سیکرٹری سے کیا ہوا وعدہ یاد آگیا۔ گھڑی دیکھتے ہی وہ گھر سے باہر نکل گیا
 ٹھیک پونے سات بجے اس کی کار کا سینو کی طرف دوڑنے لگی۔ اس کے جسم
 پر اعلیٰ درجہ کا سوٹ تھا اور چہرے پر رعب تکنت تھی۔ کاسینو کے پارکنگ لان میں
 اپنی کار پارک کر کے وہ بڑی شان سے نیچے اترا اور اندر داخل ہو گیا۔

ہال میں کھڑے ہو کر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں، پھر ایک میز کی
 طرف بڑھ گیا۔ میز کے قریب کھڑے ہوئے ویرشے اسے ادب سے سلام کیا اور کرسی کی طرف
 دی۔ فیاض بیٹھ گیا۔ پھر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ اور پھر ویرشے کو اشارہ
 کیا۔ جب ویرشے اس کے قریب آگیا تو فیاض نے کہا۔ "کافی لے آؤ۔"

ہال میں درجنوں لوگ موجود تھے۔ لیکن ان میں ایک بھی شنا سا نہیں تھا، پھر بھی
 کئی چہروں پر اس نے اپنے لئے متاثر کن کیفیت پائی اور اس کی گردن کچھ اترتی گئی۔
 ویرشے کافی لگا دی، اور فیاض کلانی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھنے لگا۔ سات
 بج کر ایک منٹ ہوا تھا، گھڑی دیکھ کر اس نے نظریں اٹھائیں، سامنے سے سکرٹری
 آتی ہوئی نظر آئی۔ آسمانی رنگ کا اسکرٹ پہنے ہوئے۔ بال خوبصورت انداز میں
 بندھے ہوئے انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔ آج وہ کان نکھری نکھری نظر آ رہی تھی
 وہ مسکراتی ہوئی فیاض کے قریب پہنچ گئی، فیاض اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ پھر بلا۔

”کیا پسند کرو گی۔“

”کافی!“

”کافی لے آؤ۔“ فیاض نے کہا اور ویرس سر جھکا کر چلا گیا۔ لڑکی سے سامنے کافی آگئی۔ وہ سر جھکا کر پیٹے میں مشغول ہو گئی۔ اب فیاض لڑکی کو شیشے میں اتارنے کی سوچ رہا تھا۔ دفعتاً ایک شخص ان کے قریب آگیا۔ فیاض نے چونک کر اسے دیکھا۔ ”کیا میں بیٹھ سکتا ہوں۔“ آنے والے نے کہا۔

”فیاض جواب دینے بغیر اس کی شکل دیکھنے لگا۔ عجیب شکل کا انسان تھا گال دھینے ہوئے آنکھیں چھوٹی اور دھندلائی ہوئی تھیں۔ صورت پر عجیب سی پھٹکاریں تھیں۔ کوئی کام ہے آپ کو؟“ فیاض نے پوچھا۔

”نہیں تم سے کیا کام ہو گا۔ اس نے بدتمیزی سے جواب دیا اور کرسی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہاں دوسری سیٹیں بھی خالی تھیں؟ فیاض نے غرا کر کہا۔

”مگر مجھے یہی پسند ہے۔؟“ اس نے لاہم دہائی سے جواب دیا۔ فیاض آپے سے باہر ہو گیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ”اٹھتے ہو یا دیر سے اٹھو اگر باہر نکلو ادوی“ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”مر گئے باہر نکلوانے والے۔ وہ ہاتھ دوڑا کہ چھٹی کا دو دھیا دیا جائیگا۔“ اس نے کہا اور فیاض کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ اس کا ہاتھ گھوم گیا۔ چٹخ کی آواز ہوئی اور کرسی پر بیٹھا ہوا شخص نیچے رخصت کیا، لیکن وہ فوراً سبقل گیا۔ اس نے اٹھتے ہی ایک گھونٹ فیاض کی کھوڑی پر جردیا۔ کافی زوردار گھونٹ تھا فیاض دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ سیکرٹری چیخ کر ایک طرف ہو گئی۔ فیاض کی کھوڑی بھٹک سے اڑ گئی۔ وہ اپنی بے عزتی سے دوا نہ ہو گیا۔ اس نے پتک کر اس شخص کا گریبان پکڑ لیا اور ایک گھونٹ جردیا، لیکن اس نے فیاض کا گھونٹ روک کر ایک اور

مکھونہ فیاض کے منہ پر رسید کر دیا۔ اس نے فیاض کا کوٹ بھی پکڑ لیا، ایک زوردار جھٹکا لگا اور کوٹ نیچے تک بھٹ گیا۔ اس کے بعد اس نے فیاض کی قمیض بھی پھاڑ دی۔
 نہ جانے کیوں وہ فیاض کے پورے پھاٹے کی زیادہ کوشش کر رہا تھا۔ حالانکہ اس کوشش میں اسے فیاض کے کئی ہاتھ بھی کھانے پڑے تھے۔

چند منٹ میں ہی فیاض کا لباس نارنار ہو گیا۔ ہوٹل کے میز اور دوسرے لوگوں نے اسے پانے کی کافی کوشش کی مگر دونوں میں سے کوئی بھی باز نہیں آیا۔ اچھا خاصہ منگامہ برپا ہو گیا تھا۔ یہ منگامہ اس وقت تک چلتا رہا جب تک اس نے وہ شخص تھے ایک قاب دسان کی پلیٹ، ایک میٹ کے ہاتھ سے ٹیکر فیاض کے منہ پر دے دیا۔ اب فیاض غصے کی وجہ سے دیوانہ ہو گیا۔ اب تک اس نے جبر سے کام لیا تھا، اس نے پتوں نکال کر لگاتار تین نائٹ اس شخص پر کر دیے، اس شخص کی جینس نکالی دیں۔ اس کے سینے سے خون ابلنے لگا، اور فیاض جون کے عالم میں اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا.....

دوسری طرف ہوٹل کا میٹرو پولیس کوفون کر رہا تھا۔ چند منٹ بعد پولیس ہوٹل کو گھر لیا۔ گاہک تو بھاگ سکتے۔ لیکن فیاض نے بھاگنے کی کوشش نہیں کی تھی اور پھر ہوٹل کے ملازمین نے ہوٹل کے دروازے بھی بند کر دیئے تھے.....

پروڈیوسر کے یہاں سے واپسی پر ان دونوں نے کافی دیر تک گفتگو کی، انہیں اطمینان ہو گیا کہ پروڈیوسر بذات خود کچھ نہیں ہے۔ وہ کسی وجہ سے فیدرو کا انکار

بھی بگڑا ہوا تھا۔ عمران نے تصویر کو غور سے دیکھا اور پھر خیر پڑھے لگا۔
 ”حکمہ سرانصرسانی کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض نے ایک شخص کو گولی مار کر
 ہلاک کر دیا، عمران نے پوری خبر پڑھ ڈالی۔ پھر ایک گہری سانس لی۔ درحقیقت
 یہ عجیب ترین واقعہ تھا۔ فیاض اتنا بڑا نہ نہیں تھا کہ بلاوجہ اس قدر مشتعل ہو جائے۔
 مگر کوئی خاص بات ہے۔

دوسرے لمحے اس نے فون پر فیاض کے گھر کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری طرف
 سے اس کی بیوی کی آواز سنائی دی۔

”فیاض کہاں ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔
 ”صاحب تو موجود نہیں جاب، آپ کون ہیں؟“
 ”عمران! بگم صاحب موجود ہیں تو انہیں اطلاع دیدو۔“ عمران نے
 کہا اور چند لمحے بعد فیاض کی بیوی کی آواز سنائی دی۔
 ”ہیلو؟“

”میں عمران بول رہا ہوں۔“ صاحب کا معاملہ ہے بھائی۔“
 ”آپ نے اخبار میں پڑھ لیا ہوگا بھائی۔“
 ”ہاں پڑھ لیا۔ کیا یہ واقعہ کھٹکیتے۔“
 ”جی ہاں! اسفوں نے اس کی تردید نہیں کی ہے۔“ فیاض کی بیوی نے
 پریشان کن لہجے میں کہا۔

”فیاض اس وقت کہاں ہے۔“

”پہلے پولیس ہسپتال کا رٹ میں تھے۔ لیکن پھوڑی دیر قبل مجھے ڈی۔ آئی۔ جی
 صاحب کے پاس سے فون کیا تھا۔“

”اوہ۔“ عمران نے گردن ہلاتی اور پھر فون بند کر دیا۔ چند منٹ سوچتے

کے بعد اس نے سلیمان کو آواز دی۔ اور سلیمان فوراً ہی ناشتہ کی ٹرے لے اندر داخل ہو گیا۔ عمران نے ناشتہ کیا۔ پھر لباس تبدیل کر کے نیچے اتر آیا۔ ڈیوٹر در کتاب پہنچ گئی تھی، اس کی جگہ گریج میں ایک سیاہ پیکار ڈھکتی، عمران نے پیکار ڈھکتائی اور چل پڑا۔

وہ فیاض سے بن کر حالات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اب وہ محکمہ سرانگسالی کی عمارت کی طرف تیزی سے جا رہا تھا۔ اور سو قوڑی دیر بعد وہ عمارت میں داخل ہو رہا تھا۔ فیاض کے اردلی نے بتایا کہ صاحب آفس میں ہے اور عمران فیاض کے آفس کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔

”میرے بارے میں کسی کو مت بتانا۔ اس نے اردلی کو ہدایت کر دی۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد فیاض اپنے کمرے میں داخل ہوا اور عمران کو دیکھ کر چونک پڑا۔ عمران کہری نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔

”توفیق یہاں تک پہنچ گئی۔ عمران نے معنی خیز انداز میں کہا۔
”کہاں تک۔؟ فیاض کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اور یہ مسکراہٹ عمران کو عجیب سی لگی۔ توقع کے مطابق اگر کوئی بات تھی تو فیاض کو کافی پریشان ہونا چاہیے تھا۔ لیکن مسکراہٹ کا مطلب ہے کہ کوئی اور چکر ہے۔“

فیاض کرسی پر بیٹھ گیا۔ ”ہاں توفیق کہاں تک پہنچ گئی ہے۔“
”لائم سکریڈیل کے لئے قتل تک کرنے لگے ہو۔“

”ادہ۔ بخانے میرے ہاتھ سے کتنے مرچکے ہیں۔“

”گویا خطرناک آدمی ہو۔“ عمران نے گردن ہلاتی ہو۔

”ویسے مجھے تمہاری شدت سے فزورت محسوس ہو رہی تھی۔“
”مجھے بھی قتل کر دے۔“

”نہیں یار۔ بڑی مشکل سے سبھل پایا ہوں، ورنہ بیڑہ غرق ہو جاتا۔“
”کیوں؟“

”بس کیا بتاؤں، چند حالات نے سہارا دیدیا ہے، ورنہ بات کافی بگڑ چکی ہوتی۔“
”ایک ہی جملہ کو مختلف انداز میں کہنے سے تمہاری ذہانت کھلکتی ہے۔“
”سنو لوہی یار، دراصل معاملات بالکل وہی تھے جو اخبار میں چھپے ہیں۔
لیکن تصویر اور خبر براہ راست اخبار تک نہیں پہنچی ہے۔“
”کیا مطلب؟“

”ہاں کسی نامعلوم ذرائع نے اسے چھپوایا ہے۔ ورنہ کسی پولیس اسٹیشن
سے یہ خبر نہیں دی گئی۔ یہی بات میری یکتا کا باعث بن گئی ہے۔ دوسری چیز
پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ہے۔۔۔۔۔“

”دیکھو ڈیر! مجھ سے معے بازی نہیں چلے گی، صاف صاف بتاؤ۔“
”بس ییل سمجھ لو، قویج کا موڈ تھا۔ کاسینو میں لسکیریڈی کے ساتھ بیٹھا ہوا
تھا۔ تودہ منحوس آکر بیٹھ گیا۔ پہلے تو اس نے اجازت طلب کی۔ لیکن میرے منع
کرنے پر زبردستی پر اتر آیا۔ اور پھر جب اس نے میرا لباس بھاڑ دیا تو میرے
ذہن میں اک آگ بجھوک اٹھی، اور میں نے اسے ہلاک کر دیا۔“
”وہ تھا کوں؟“

”ابھی تک اس کی شناخت نہیں ہو سکی ہے۔ لیکن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ
نے عجیب کہانی سنائی ہے۔“
”دہ کیا؟“

”اس کے جسم کا خون حیرت انگیز ہے۔۔۔ وہ کسی طور پر بھی ایک صبح الواع
آدی نہیں تھا۔“

”خون کی کیا بات ہے“

”اس کا خون گاڑھا ہو رہا تھا۔ یہ سمجھ لو کہ اگر وہ ایک دروز اور زندہ رہ جاتا تو اس کا خون بالکل گاڑھا ہو جاتا اور میری کیفیت اختیار کر جاتا جو ان پھٹنے والے آدمیوں کی تھی۔“

”ادہ۔ اے عمران کے چہرے پر سنی دوڑ گئی۔“

”کیا اس کے چہرے پر بال تھے۔؟“

”بالکل نہیں۔ لیکن عجیب وحشت زدہ چہرہ تھا۔“

”خیر پھر تم نے کیا کیا

”دراصل کل دن میں رحمان صاحب نے مجھے بلا کر رضوی کی موت کے بارے میں پوچھا تھا۔ میں نے جان بچانے کے لئے کہہ دیا تھا کہ پروفیسر فابری تفتیش میں روٹے اٹکا رہا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک مغرور اور بدماغ آدمی ہے۔“

رحمان صاحب نے مجھے اجازت دیدی کہ جو کچھ بھی معلوم کر رہے ہوں سبھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ صرف خانہ پڑی کے لئے اس کے پاس گیا تھا۔ وہاں اس سے اور اس روشی سے ملاقات ہوئی، اور کافی تیزی ہو گئی۔ پھر حال معلوم تو کیا ہوتا۔ میں واپس چلا آیا اور پھر اسی روز شام کو میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ میں نے اس وقت گھبراہٹ میں پولیس کو بیان دہی دیا تھا جو حقیقت تھی۔ لیکن جب ہوش کھٹکانے کے قویں نے اس سلسلے میں سوچا اور پھر رحمان صاحب سے بل کر ایک ٹرپ چال چلی۔“

”وہ کیا۔؟“

”میں نے رحمان صاحب کو بتایا کہ وہ جان بوجھ کر میرے پاس بھیجا گیا تھا۔“

دراصل پروفیسر نے مجھے دھمکی دی تھی کہ چونکہ میں نے اس کی بے عزتی کی ہے۔

اس لئے میں بھی اپنی عزت محفوظ نہیں رکھ سکوں گا۔۔۔ بات رحمان صاحب کا سمجھ میں آگئی۔۔۔ لیکن سونے پر سہاگہ کا کام پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے کیا ہے۔ خون کی رپورٹ سے رحمان صاحب کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اور اس بات پر میں خود بھی حیران ہوں۔ فیاض نے کہا۔

عمران گردن ہلانے لگا۔ حالات کافی بڑا امر اٹھے،
گو یا اس طرح تمہاری جان بچ گئی۔۔۔ عمران نے کہا۔

ہاں! دراصل یہ میری زندگی کا عجیب ترین واقعہ ہے۔ یوں تو میں درجنوں قتل کئے ہیں، مگر یہ قتل عجیب نوعیت کا تھا۔

فیاض! تم نے بہر حال اپنے مفاد کی خاطر یہ قتل کیا ہے، اور میں اس کا گواہ ہوں۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ اور فیاض کی آنکھیں پھیل گئیں۔ پھر کھینکے انداز میں سنتے ہوئے بولا۔ "مذاق ست کرد عمران! میں پہلے ہی کافی پریشان ہوں۔"

"میں کہہ چکا ہوں ڈیر!۔۔۔ اس میں مذاق کی کوئی بات نہیں ہے، تم آج تک فحاشی لغزش پر مہرے اور پرچہ دوڑے ہو مجھے یقین ہے کہ اگر میری لپٹ مضبوط نہ ہوتی تو اب تک بھی کام مجھے پھانسی کا پھندا دلوا چکے ہوتے، مجھے تو اب ایک ہی موقع ملا ہے۔ یہ دیکھو۔۔۔ یہ دیکھو۔۔۔ عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چوکور بکس نکال لیا۔ یہ ٹیپ ریکارڈ ہے۔ اور اس میں تمہارا اعتراف ٹیپ ہے۔"

فیاض کا چہرہ زرد ہو گیا۔ وہ کھینچ آنکھوں سے عمران کی شکل دیکھنے لگا۔ میں نے ابھی تک تمہاری مدد قانون کی طرف سے کی ہے۔ قانون کے خلاف میں آج تک کوئی کام نہیں کیا ہے لیکن یہ معاملہ دوسرا ہے، اچھا ٹاٹا۔۔۔ عمران اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔۔۔

"ارے ارے - سوتو - سوتو سہی" فیاض نے اسد کو کئی کوشش کیا
 لیکن اسکی سوتے بغیر باہر نکل گیا۔ فیاض اس کے پیچھے دوڑا لیکن دروازہ پہری رک گیا!
 عمران باہر نکل آیا، اس نے فیاض سے پوری بات سن لی تھی۔ دراصل ان
 حالات میں اسے سخت تعجب تھا۔ لیکن فیاض کا پر و نیر عابد پر چڑھ دونا عمران کو
 پسند نہ آیا تھا۔ اس لئے کہ اس طرح اس کے کئے کرائے پر پانی پھر سکتا تھا، اس
 نے فیاض کو تھوڑا سا سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور ٹیپ ریکارڈ کی
 کہانی اسے سنا دی۔ ورنہ درحقیقت وہ ٹیپ ریکارڈ نہ تھا۔ اور اس طرح وہ
 اسے پوری طرح اپنی مرضی کے مطابق ہینڈل بھی کر سکتا تھا۔
 ریکارڈ ٹیکہ سر اغزسانی کے دفتر سے باہر آگئی اور اب اس کا رخ جولیا
 کے فلیٹ کی طرف تھا۔



کچھ دوی سے میں تمہیں کافی پریشان دیکھ رہا ہوں۔ بڑے میاں ناصر کی
 شکل دیکھتے ہوئے بولے۔
 "ایسی پریشانی نہیں ہے انکی! اسے مصروفیت کہتے ہیں۔ ناصر نے میرا
 کونہ کھٹکھٹاتے ہوئے کہا۔
 "میں اس مصروفیت کا سر پیر ہی نہیں سمجھا۔ بڑے میاں نے کہا۔
 "مصروفیت کے سر پیر نہیں ہو سکتے انکل!

”میرا مطلب ہے کہ یہ کیسی مصروفیت ہے۔ یا تو لیبارٹری میں بند رہتے ہو یا پھر نجانے کہاں کہاں مارے پھرتے ہو۔ دہریوں سے جزیبے پر بھی نہیں گئے۔ وہاں کا کام آپ کی نگرانی میں کھٹک بڑھ رہا ہے، نامہ لے رہا ہے۔ وہ تو کھٹک ہے، لیکن تمہارے اندر نمایاں تغیر پیدا ہو گیا ہے۔“
 ”وہ کیا۔۔۔“

”تم مجھے سب کچھ نہیں بتاتے بلکہ بعض اوقات اپنی پریشانی بھی مجھے چھپاتے ہو۔“ بڑے میاں کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے۔
 ”اوہ نہیں انکل!۔۔۔ اگر آپ کو میری کسی بات سے یہ احساس ہو رہا ہے میں شرمندہ ہوں۔“

”مجھے بتاؤ۔ میں تمہارے بھائی کی طرح ہو سکتا ہوں۔“ بڑے میاں نے کہا۔
 ”ابھی کچھ نہیں انکل، ضرورت پڑنے پر میں آپ سے ضرور کام لوں گا۔“
 ”یہ ڈالنے والی بات ہے؟“

”نہیں یہ صرف آپ کا خیال ہے، بہر حال یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ میں ان لوگوں کے چکر میں ہوں جنہوں نے میرے جرم پر گوریلہ جھوڑا تھا اور اپنا جھوڑا تھا جو جاسوسی کر رہا تھا۔“

”ہاں بس اسی حد تک مجھے علم ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا۔“
 ”میں اور عمر ان ایک خطرناک مجرم کے مقابلے پر آگئے ہیں۔“
 ”انکل وہ بے حد خطرناک ہے۔ اور درحقیقت اس نے ہم لوگوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں۔“ نامہ لے رہا ہے۔

”ہوں۔“ بڑے میاں کسی خیال میں ڈوب گئے۔ پھر بولے: ”کیا تم اس کے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتے ہو۔ کہ وہ کون ہے، اور کہاں ہو سکتا ہے؟“

”اس کا شجرہ حسب و نسب بھی معلوم ہو گیا ہے انکل! نامہ لکرایا۔
یعنی وہ تمہاری نگاہوں میں آچکا ہے۔“
نہ صرف آچکا ہے۔ بلکہ دیدہ دلیری سے ہمارے سامنے اپنے جرائم کی تکلیف کر رہا ہے۔“

”پھر کیا قیامت ہے۔“
”اس کی سب سے بڑی جیت یہ ہے کہ اس نے آج تک کوئی ثبوت نہیں
چھوڑا ہے۔“

”ادہ۔“ تاہم بھی چوروں کی طرح ثبوت کے چکر میں پڑ گئے، بڑے میاں
ہونٹے سکڑ کر لے۔

”انکل۔ یہ میرا ملک ہے، مجھے، غدر ہے کہ آپ جوش میں کوئی
کارروائی نہ کر سکتے ہیں۔“

”تمہارا بغیر کیا کر سکتا ہوں۔ میری کچھ کرنے کی اسپرٹ تو ختم ہو گئی
ہے۔ تمہاری مرضی ہے۔ میں یہاں کہہ رہا تھا کہ اب تم مجھے زیادہ لفٹ نہیں دے دو۔“
”ادہ۔ سنئے۔ یہاں ایک پسیائیٹ سائنسدان ہے پروفیسر عابد

برنیٹھ روڈ پراس کی کوکٹھی میں ایک فیڈروائی شخص رہتا ہے۔ چٹی ناک والا
یہی وہ خطرناک انسان ہے جس نے میں پریشان کر رکھا ہے۔“

”کچھ دیر خاموش رہ کر نامہ لے لے۔“ آپ جزیرے پر روانہ ہو جائیں انکل
میں ابھی صرف رہوں گا۔ دوپہر بعد آجاؤں گا۔“

”کٹھیک ہے۔ ویسے میں آج کل شدت سے بور ہو رہا ہوں مجھے تفریح
کا ذرا بھی موقع نہیں ملتا۔“ بڑے میاں کہنے لگے۔

”میں چاہتا ہوں کہ میں پہلے یہ ہنگامہ ختم ہو جائے پھر وہاں آپ کی خدمت

نہیں رہی تھی انکل! اولیے آپ میرے پہنچنے کے بعد وہاں سے واپس آ سکتے ہیں۔
 بڑے بیان نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ اٹھ کر باہر نکل گئے۔
 ناصرانی جگہ بیٹھا سوچ رہا تھا۔ وہ اٹھ کر فون کے قریب پہنچ گیا۔ اس
 نے ایک نمبر ڈائل کیا، اور ریسپور کان سے لگا لیا۔
 ”گمرے اینڈ سنز“ دوسری طرف آواز آئی۔
 ”سر ڈف! ناصرانی کہا۔“

”کون صاحب ہیں؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔
 ”ناصر!“

”یس سر، ہولڈ آن پلیز!“ دوسری طرف سے جواب ملا۔ اوچھٹ منٹ بعد
 ایک غراہٹ سنائی دی۔
 ”ڈف!“

”کیا پوزیشن ہے سر ڈف!“ ناصر نے کہا۔

”بہت حیرت انگیز حالات ہیں جناب، ہمارے دو آدمی سخت نگرانی
 کر رہے ہیں۔ انھوں نے ایک خفیہ دروازہ کا پتہ لگایا ہے جو عمارت کی پشت پر
 ہے۔ اسی طرف لیبارٹری ہے۔ ویسے انھوں نے ایک آدمی کو بھی وہاں دیکھا
 ہے وہ بھی شاید اس عمارت کی نگرانی کر رہا ہے۔“

”اوہ۔ اس سے پوشیدہ رہا جائے۔ ویسے اسے اپنا کام کرنے دیا
 جائے۔ میرے خیال میں وہ عمران کا آدمی ہوگا۔ کوئی خاص بات تو نہیں ہے۔“
 ”ابھی تک نہیں۔“ یعنی دروازہ ابھی دریافت ہو رہا ہے۔ اب اس
 کی باقاعدہ نگرانی ہو رہی ہے۔ ممکن ہے کوئی بات معلوم ہو جائے۔
 ”مجھے فوراً اطلاع دی جائے۔“

”میں سر اُغرائی ہوئی آذانے کہا اودنا، اور نامہ نے فوراً بند کر دیا۔ ابھی
 اُن لوگوں کو ٹینک کی ضرورت ہے۔ نامہ نے سوچا۔ انچارج ایک باصلاحیت
 آدمی تھا، لیکن اس کی کارکردگی نامہ کے معیار پر پوری نہیں اترتی تھی، مواصلہ
 نامہ کو آدمیوں کی ضرورت تھی جو پوری ہو گئی تھی۔ بہتر یہ کہل ہو جائے کہ بعد
 وہ اُن کی تنظیم بھی کرنا چاہتا تھا اس لیے ان پر کوئی خاص توجہ نہیں دی تھی
 بہر صورت وہ کام تو کر رہی رہے تھے۔

ریسور رکھنے کے بعد نامہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور پھر چند منٹ کے بعد
 اس کی کار بنیڈونگ کا بیچ سے نکل گئی۔ اسے کچھ کام کرنے تھے۔ بڑے میاں
 اس کے حکم کے مطابق جزیرے پر چلے گئے تھے، نامہ کا رد و اتار ہا، کافی دور
 نکلنے کے بعد جب وہ خیالات کی قید سے نکلا تو اسے احساس ہوا کہ اس کا تعاقب
 کیا جا رہا ہے، اس کے چہرے پر عجیب تاثرات پھیل گئے۔ ایک چھوٹی سی کار اس کی
 تعاقب کر رہی تھی۔ اس نے فوراً اپنی کار ایک طرف موڑ دی۔

کار ایک بیڑھی سڑک سے نکل کر ایک دوسری بڑی سڑک پر نکل آئی یہ سڑک
 ریم پور جاتی تھی۔ نامہ سڑک پر آگے بڑھتے لگا۔ محفوظی دیر بعد وہ سڑک سے کافی
 دور نکل آیا، یہاں سے پھلوں کے باغات کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ باغات شہر
 دونوں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ بظاہر وہ کافی چرچا جگہ معلوم ہوتی تھی۔

نامہ عقب نما آئیے میں چھوٹی سی کار کو بدستور لپٹے چھپے آنا اور دیکھ رہا تھا
 پھر اس نے رفتار ہلکی کر دی اور چھوٹی سی کار چھوٹکیاں بہت قریب آگئی۔
 نامہ حسرت رفتاری سے چلتا رہا۔ پھر ایک دم بمبک لگا دیئے۔ اور کار سڑک پر تڑپ
 کر دی اور پوری سڑک گھونگی۔ چھوٹی کار سے ہاتھ دیا جانے لگا۔ اور نامہ نیچے
 آ کر آیا۔ اس نے ہاتھ دھوا کر اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ کار رک گئی۔ اس میں ایک

دبلا پتلا آدمی لیکن ذرا سمارٹ سا بیٹھا ہوا تھا۔ جس نے آنکھوں پر رے بون کا چشمہ لگا رکھا تھا۔

”کیا بات ہے“ اس نے کھڑکی سے گردن نکال کر کہا۔
 ”براہ کرم تکلیف کریں“ ناصر بڑی شرافت سے بولا۔ ”میلے پیلے آدمی نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوا اور بچھو نیچے اتر آیا۔ اس کے صدم پر غمزدہ سوٹ تھا۔
 ”کیا بات ہے جناب۔ میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“ وہ قریب آ کر بولا۔
 ”میں آپ سے صرف ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔“
 ”جی۔ وہ حیرت سے بولا۔

”جی ہاں۔ براہ کرم میری کار میں تشریف لے آئیے۔“
 ”ہمم... میں سمجھا نہیں۔ وہ بوگھلا سا گیا۔

حالانکہ ناصر بڑی طبیعت خدال پیشانی سے پیش آیا تھا۔ اور دوسرے ہی لمحے اس کا ہاتھ جیب میں رینگ رہا تھا۔ وہ شاید پتوں نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اچانک ناصر کا ایک زبردست ہاتھ اس کی گردن پر پڑا اور وہ ایک ہی لمحے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ دوسرے ہاتھ کی فورت یا نہیں آئی۔ اس نے گردن ڈال دی تھی۔ ناصر نے اسے کسی کھلونے کی طرح اٹھا کر بغل دبایا اور تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ پچھلادرو عازہ کھول کر اس نے اسے اندر ڈال دیا اور پھر شیشے چٹھانے کے بعد کار واپس بوڑھی۔ وہ واپس بیٹھ ونگ کا بیج کی طرف جانے لگا۔ کار کی رفتار دو میانی تھی۔ دوسری چھوٹی کار اس نے اسی جگہ چھوڑ دی۔

بیٹھ ونگ کا بیج میں داخل ہو کر اس نے اس بے ہوش شخص کو باہر نکالا اور بازوؤں میں دبائے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ سخت بوڑھی دیر بعد وہ بیٹھ ونگ

”میرا نام ڈسٹر ہے۔ کھوڑا سٹریٹ کی ایک عمارت میں رہتا ہوں۔“
وہ گھبراتے ہوئے انداز میں بولا۔

”اس کے لئے کب سے کام کر رہے ہو۔“ ناصر نے پوچھا۔

”کس کے لئے... کس کے لئے...“ وہ گھبراتے ہوئے انداز میں بولا۔
”میں کہ چکا ہوں کہ جھوٹا بولنے کی کوشش تمہاری لئے موت بن جائیگی“
ناصر نے خطرناک لہجے میں کہا۔

”موت...“ اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ ”موت تو ہر حالت
میں ہے۔... تم مجھے چھوڑ دو گے وہ ضرور قتل کرے گا۔“
”اس صورت میں تمہاری حفاظت کی جاسکتی ہے۔“ ناصر نے اسے
یقین دلایا۔

وہ ناصر کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر اسکے چہرے کی رنگت بدل گئی۔
اس کی آنکھیں خوابناک ہو گئیں اور پھر وہ بند ہوتی چلی گئیں۔

”اداکاری مت کرو۔ اگر تمہاری موت ہی آگئی ہے تو دوسری بات ہے۔“
ناصر اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک طرف بڑھ گیا۔ ویسے اس فوجیوں کی حالت خندوش
نظر آئے مگر تھی۔ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف تھا کہ فیڈر و ایک خطرناک
ہینڈلڈ اپنے معمول کو کوئی بھی حکم بھی دے سکتا ہے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ
اگر تم سے اس کے بارے میں سوچا کرے۔... تو تم پر قنوی کی تیلینڈاری ہو جائے گی
اور تم کسی کو کچھ نہیں بتا سکو گے۔ ایسی ہی کوئی شکل اس وقت بھی ہو سکتی ہے۔
بہر حال ناصر نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اسے بجلی کے جھکے دے کر بیدار کریگا۔
اگر وہ بن رہا ہے تب بھی اس کا دماغ درست ہو جائے گا۔ اگر وہ واقعی میٹانڈم
کے زیر اثر ہے تو بھی وہ تھیک ہو جائے گا۔

اس نے ہماری سے ایک آنہ نکالا، پھر اس کا پلگ ساکٹ میں لگا دیا اور اس کا دستہ ہاتھ میں لئے ہم نے نوجوان کی طرف بڑھنے لگا۔ اس وقت نوجوان کا ہاتھ اس کی جیب میں تھا۔۔۔ پستول نامہ اس کی جیب میں سے پہلے ہی نکال چکا تھا۔ اس لئے اب اسے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ نوجوان کا ہاتھ اس کی جیب سے نکل کر اندر کی طرف گیا اور اس نے کوئی چیز نکال کر منہ میں ڈال لی۔ اچانک نامہ کو ایک احساس ہوا اور وہ برق رفتاری سے نوجوان کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے آنہ ایک طرف ڈال دیا اور نوجوان کا منہ کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اس کا منہ نہیں کھل سکا۔

چند سیکنڈ کی جدوجہد کے بعد اس نے اسے چھوڑ دیا اور غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ نوجوان کے انداز میں کوئی تغیر تبدیل پیدا نہیں ہوا۔۔۔ نامہ بھر آنہ اٹھا یا اور اس کے دو تین زبردست جھٹکے دیئے۔

نوجوان نے آنکھیں کھول دیں۔

”تم نے کیا کھایا ہے۔ جلدی بناؤ۔“

”زہر کی گولی۔۔۔۔۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر کسی پریشانی میں کھینچ جاؤں تو یہ گولیاں کھالوں۔“

نوجوان نے جواب دیا۔

”اوہ۔۔۔ نامہ ایک دم کھڑا ہو گیا۔ اس آدمی کو زندہ رکھنا فوری تھا۔ ورنہ اس کی تمام محنت بے کار ہو سکتی تھی۔ فیڈرول سے ایک اور شکت دے دیتا۔ وہ اٹھ کر تہہ فائے کے دروازہ کی طرف دوڑا۔ زہر کے اکھی تک اثر نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ کوئی زہر زہر نہیں ہے۔۔۔ اگر وہ زہر زہر نہیں ہے تو اسے یقیناً بچایا جا سکتا تھا۔“

پھر تا مرتبہ قلعے سے باہر آیا اور ایک طرف دوڑتا ہوا چلا گیا۔ پھر
ایک کمرے میں پہنچ کر اس نے الماری میں سے کچھ شیشیاں نکالیں اور
ان میں سے ایک سیال نکال کر اس نے ایک گلاس مسکرتیار کیا اور وہ گلاس
لے کر تیزی سے واپس پلٹا۔ وہ ہر قسم کے زخموں کا بہترین تریاق تھا۔
پھر وہ تیزی سے تہ خانے میں داخل ہوا اور پھر اس کی نظر اس نوجوان
پر پڑی وہ ایک دم سٹپ ہو گیا۔

بڑا بھیاں تک منظر تھا.....

نوجوان زمین پر چٹ پڑا تھا۔ اور اس کے جسم سے گوشت کھل گئی
کہ زمین پر بہہ رہا تھا۔ اس کا منہ پھیل گیا تھا۔ اور آنکھیں دم مشت
انداز میں چھت کی طرف گڑی ہوئی تھیں.....



پیکار ڈٹ پٹ ٹاپ ٹاپ ٹاپ ٹاپ کے وسیع پارکنگ میں رک
 گئی۔ اور وہ نیچے اتر آیا۔ اس کے جسم پر بہترین لباس تھا۔۔۔
 اور یہاں بھی سلیقے سے گیا تھا۔
 وہ کافی باوقار اور سمارٹ نظر آ رہا تھا۔
 آہستہ آہستہ قدموں سے وہ اندر کی طرف چلنے لگا۔ وہ یہاں
 کا مستقل ممبر تھا۔ اور اکثر یہاں اس کی وجہ سے سگے ہوتے رہتے
 تھے۔ چنانچہ اگر کبھی وہ شرافت کے موڈ میں یہاں آجاتا تو یہاں
 کے عملے اور مستقل گاہکوں کو حیرت ضرور ہوتی تھی۔
 چنانچہ آج بھی بہت سے لوگوں نے تعجب و نظروں سے
 اسے دیکھا اور ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی گئی۔

انھیں عمران جھگڑت ہی معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن عمران سب سے بے نیاز اپنی مخصوص میز کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ویٹر نے میز سے اس کا نام ہٹا کر ادب سے گردن جھکائی۔ — عمران ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

اس کے بعد اس نے طائرانہ نظروں سے پورے ہال کا جائزہ لیا۔ ٹائٹ کلب کا ہال پوری طرح بھرا ہوا تھا۔ چاروں طرف قہقہے سنائی دے رہے تھے۔

عمران نے ویٹر کو دینلا اسکوالش کا آرڈر دیا۔ اور کرسی کی پشت سے ٹمک کر جیب میں چیونٹم کا پیکیٹ تلاش کرنے لگا۔ چھوٹے اس نے چیونٹم کا پیکیٹ سے چند پیس نکال کر انھیں منہ میں ڈالنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اچانک نہ جانے کیوں اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ لیکن ویٹر نے فوراً اس کے آرڈر کی تکمیل کر دی تھی۔

دینلا اسکوالش کے چھوٹے چھوٹے گھونٹا لیتا ہوا وہ اپنے پروگرام کے بارے میں سوچنے لگا۔ وہ آج پھر یہ ویٹر عابد کی لیبارٹری میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ لیکن اس بار اس داخلے کے لئے اس نے بہت سے انتظامات کئے تھے، پروگرام کے تحت اسے کافی وقت یہاں گزارنا تھا۔ اس کے بعد وہ وہاں کے لئے روانہ ہونے والا تھا۔ بلیک زیرو۔ بدستور اس کی کوٹھلی کی نگرانی کر رہا تھا، اور ابھی تک پوری طرح کامیاب تھا

— اس پر کسی کو شک نہیں ہو سکا تھا — بلکہ زبرد
 کو اس نے اطلاع دے دی تھی کہ رات کو گیارہ بجے
 کے بعد — وہ — اس سے ملے گا، اس لئے وہ پوری
 طرح تیار رہے۔ اس وقت اس کے پاس اپنے پیانو کے لئے جدید ترین
 سامان کے علاوہ ایک پائلٹ کیمروہ اور اس میں ٹیلی ریکارڈ بھی تھا
 وہ اسکو اٹشن کے سیپ لیتا رہا۔ گلاس خالی ہونے کے بعد
 جیب سے اس نے دو مال نکال کر ہونٹ صاف کئے۔ اس کے بہت
 سے شناسا یہاں موجود تھے۔ وقت گزاری کے لئے کسی سے بھی رابطہ
 قائم کیا جاسکتا تھا۔ لیکن خود اس نے ایسی کوشش نہیں کی.....
 تقریباً آدھا گھنٹہ گزرا ہو گا کہ وہ یکا یک بری طرح چپک
 پڑا..... ہال کے دروازہ میں ایک ایسی
 ہی شکل نظر آئی تھی۔

یہ فریدہ تھی..... یہ فریدہ عابد کی لڑکی —
 فریدہ — !.....

اسے یہاں دیکھ کر عمران کو سخت حیرت ہوئی تھی۔ اس کے
 دسم دگساں میں بھی نہ تھا کہ اس طرح وہ اس وقت یہاں
 نظر آسکے گی۔

عمران اسے دیکھتا رہا..... فریدہ لا پودہ ہی سے
 چلتی ہوئی ایک میز کی طرف بڑھ گئی.....
 اس نے شاید عمران کو دیکھا ہی نہیں تھا۔ اور پھر وہ میز کے

گرد پڑی ہوئی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

یہ یہاں کیوں آئی تھی۔۔۔۔۔ اکیلی آئی ہے یا اس کے ساتھ اور کوئی بھی ہے۔۔۔۔۔ جن حالات میں وہ گھر سے ہونے لگتی ہے۔۔۔۔۔ فریدہ کا یہاں آنا انتہائی عجیب خیز تھا۔
 عمران سوچتا رہا۔۔۔۔۔

وہ میز جس پر فریدہ بیٹھ تھی۔ وہ میز عمران کی میز سے زیادہ دور نہیں تھی۔ فریدہ کا رخ بھی ایسا تھا کہ اس کی نگاہ عمران پر مرکوز تھی۔۔۔۔۔ فریدہ کے پاس پہنچ گیا۔ اور اس نے اسے آواز دینے کے لئے گردن اٹھائی۔۔۔۔۔

اور اسی وقت اس کی نگاہ عمران پر پڑی۔۔۔۔۔ چند سیکنڈ وہ عمران کو دیکھتی رہی۔۔۔۔۔ اور اچانک اس کے چہرے پر شناسائی مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔۔۔۔۔ اس نے میرے سے کچھ کہا۔۔۔۔۔ کیونکہ عمران اس وقت اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔
 ۔۔۔۔۔

میرا عمران کی طرف بڑھا۔ اور اس کے قریب پہنچ کر اس نے کہا "جواب اسے ان محترمہ نے آپ کو مخاطب کیا ہے۔"
 "ایں۔۔۔۔۔ عمران نے چونک کر کہا۔۔۔۔۔ اور فریدہ کی طرف دیکھنے لگا۔
 پھر اس نے فریدہ کو اپنی میز کی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ فریدہ خود ہی اٹھ گئی۔۔۔۔۔

اور چند سیکنڈ کے بعد وہ اس کی میز پر آکر بیٹھ گئیں۔۔۔

”عمران صاحب! - وہ بیچتے ہوئے برائی۔“

- شکر ہے کہ آپ پہچانی تو ہیں - - - - - عمران نے کہا
اور کمر اس نے کہا -

کیا ہوگی۔۔۔۔۔

جو کچھ بھی پلوا دیں آپ کی تارا غلگی حق بجا ہے۔
اس نے کہا۔

”ویندا اسکو آتش ڈیل! — عمران نے کہا، اور ویٹر سر ہلا کر
چلا گیا۔

عمران فریدہ کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بھی اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اس جتم اکینی کیلے نظر آ رہی ہو۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”بڑی مشکل سے نکل سکی ہوں، عمران صاحب... انتہائی

مشکل سے میں رولنے کی عمدت کا سبب قرار ہو گئی ہوں۔
فریدہ نے جواب دیا۔

”وایسے کیا اب تم مجھے پہچان رہی ہو۔“

۱۱ کیا مطلب ... ؟

میرا مطلب نغمہ والی حیثیت سے ہے۔

فرید نے سر جھبکا کر جواب دیا۔

”مجبوری کی وجہ سے..... ۹۰

”کاش میں بتا سکتی۔“

عمران پھر غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ الجھن میں پڑ گیا تھا۔۔۔۔۔ اس طرح تو اس کے تمام خیالات غلط ثابت ہو رہے تھے اس کے خیال میں پردیس عابد اور فریدہ فیڈرو کے ٹرانس میں پھنسے ہوئے تھے۔۔۔۔۔

”ایسی کیا بات ہے فریدہ۔ کیا میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں؟“
 ”ہم کسی شیطانی جگر میں پھنسے ہوئے ہیں عمران صاحب۔ میں آپ کی مدد چاہتی ہوں۔۔۔۔۔“
 اس وقت تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ میں یہاں پر ہوں۔! عمران نے پوچھا۔

”ادہو۔۔۔ اس وقت تو آپ اتفاقاً نظر آ گئے تھے۔ ہمیں آپ سے ملاقات کے لئے موقع نکالنا چاہی تھی۔۔۔۔۔“
 عمران گردن ہلانے لگا۔۔۔۔۔ پھر بولا۔۔۔ وہ شیطانی حکم کیا ہے۔۔۔۔۔؟

”آپ کو معلوم ہے کہ میں ڈیڈی کو اسست کرتی ہوں۔۔۔“
 ہاں۔۔۔ مجھے علم ہے۔۔۔

”ڈیڈی عام آدمیوں سے جدا گانہ فطرت رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ جداگانہ فطرت سے مراد یہ ہے کہ وہ حکومت کے لئے کوئی کام کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن انہوں نے کوئی غلط کام بھی نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔ لیکن اب وہ دوسرے انداز سے سوچنے لگے ہیں۔۔۔۔۔“
 ”وہ کیا انداز ہے۔۔۔۔۔؟“

”رضوی کی موت ہم سب کے لئے پر اسرار ہے۔۔۔۔۔ وہ بالکل ٹھیک
 ٹھاک تھا۔۔۔۔۔ اگر اسے کسی نے قتل کیا ہے تو وہ اس کا ذاتی معاملہ
 ہو سکتا ہے۔“

”ہوں۔ اتو اب مجھ سے کیا مدد چاہتی ہو فریدہ۔“
 ”میں چاہتی ہوں کہ تم ڈیڑی کے رحبان کا پتہ چلاؤ۔“
 ”فریدہ نے کہا۔“

”وہ کس طرح۔“ عمران نے سوال کیا۔

”کبھی کبھی طرح۔ یہ تمہاری ذہانت پر مبنی ہے۔“

”ہوں۔“ عمران کسی سوچ یا ڈوب گیا اور پھر گردن ہلا کر بولا۔
 ”اس کی ایک ترکیب ہو سکتی ہے فریدہ۔“
 ”کیا۔“

”فریدہ نے پوچھا۔“

”تم مجھے اپنے دوست کی حیثیت سے اپنی کو کبھی پر مار غور کرو۔ وہاں
 رہ کر میں تمہارے ڈیڑی کے بارے میں معلومات کروں گا۔“ عمران
 نے کہا۔

”ترکیب ابھی ہے۔ لیکن ڈیڑی تمہیں پہچان لیں گے۔“ فریدہ
 پڑا خیال میں بولی۔

”میں ایک آپ کروں گا۔“

”ہاں یہ مناسب رہے گا۔“ فریدہ نے گردن ہلائی۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ اور فضا میں گھورتی رہی۔۔۔ عمران بغور اسے دیکھتا رہا۔

.... اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔
 وہ فریدہ سے راز تک پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ اس نے
 فوری طور پر اپنا فیصلہ بدل لیا۔ پہلے اس کا خیال تھا کہ پروتیسر
 کی کھٹی میں شاہل مدد کرتا ہاں کے حالات کا پتہ لگائے گا۔
 لیکن اب اس نے اپنا ارادہ بدل دیا تھا۔ درحقیقت
 فریدہ کی گفتگو عجیب تھی۔ لیکن عمران کی گہری نظروں نے
 اس کے مشینی الفاظ کا اندازہ لگایا تھا۔ فریدہ ہر بات
 کا جواب سوچ سوچ کر دے رہی تھی۔ جواب دیتے وقت اس کے
 چہرے کے وہ تاثرات نہیں تھے جو جواب دیتے وقت ہونے چاہیے
 تھے اور یہی بات عمران کے شب کا باعث بن گئی۔ اسے یقین ہو گیا
 کہ اس وقت بھی فریدہ فرد نہیں ہوں رہی ہے۔ بلکہ وہ اپنا ثاثر ہے
 اس کے ہونٹوں سے نکلنے والے الفاظ اس کے نہیں ہیں۔
 لہذا اس وقت فیڈر دیکھا جاتا ہے۔
 عمران سوچتا رہا۔ بہر حال اس نے ایک کوشش کرنے کا
 فیصلہ کر لیا۔ فیڈر نے ایک اور چال چل کر عمران کو بیوقوف
 بنانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن۔ کیوں نہ یہ چال اسی
 پر الٹ دی جاتے۔ !

”ٹھیک ہے فریدہ ڈیرہ۔۔۔ میں تمہاری مدد کروں گا۔
 عمران نے گردن ہلائی۔
 شکریہ! مجھے آپ سے یہی امید تھی۔۔۔ فریدہ نے کہا۔
 اس کے بعد عمران اس سے ادھر ادھر کی باتیں کر لے لگا۔ پھر اس نے

ہے۔ شاید اس سلسلے کوئی نئی چال سوچ کر نکلیں مگر میرے پاس بھیجا تھا لیکن
 ہیں اس کی چال اب اسی پر لٹا دوں گا۔ عمران اسے خود خوارانہ زمین پر لٹا۔
 اسی وقت پھلی کار کی رفتار تیز ہو گئی۔ شاید وہ عمران کی کار سے
 آگے نکلنا چاہتی تھی۔ لیکن عمران نے اسے اس کا موقع نہیں دیا۔ وہ اس
 کار سے روکنا دیا اور پھر دونوں کاروں میں خوفناک کشمکش شروع ہو گئی۔
 عمران بھی شاید دباؤ نہ ہو گیا تھا وہ بائیں رخسار پر بڑھا رہا تھا
 تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ اسپرنگ کو دبا رہا تھا۔
 پھلی کار میں زبردست بریکیں لگائی جا رہی تھیں درمیان میں ٹکراؤ ہو نا یقینی تھا۔
 وہ لیگ عمران کی کار پر شاید اس سلسلے کا مرکز نہیں کر رہے تھے کہ فریاد اس
 کے ساتھ تھی۔ گاڑیاں شہر سے کافی دور نکل آئیں اور اب وہ ایک خطرناک
 پہاڑی راستے پر دوڑ رہی تھیں۔ یہاں سڑک بہت پتلی تھی اور دونوں
 طرف بھیانک گھاسیاں تھیں۔ ان گھاسیوں کے کنارے رینگ صفر لگی ہوئی
 تھی لیکن وہ زیادہ اونچی نہیں تھیں۔

اب پھلی کار آگے نکلنے کی کوشش نہیں کر رہی تھی شاید وہ اس چوڑی
 سڑک کے انتظار میں تھے جو تقریباً تین میل کے بعد شروع ہوئی تھی عمران
 بھی ان کے پاس ارادے کو سمجھ گیا تھا اس نے عقب ہٹا آئینہ میں کار کو
 دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر خطرناک مسکراہٹ پھیل گئی اس نے ڈیش بورڈ
 کے قریب لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور کار کے پچھلے حصہ سے اچانک تیل کی
 پتلی دھار نکلی۔ اور سڑک پر پھیل گئی۔ - تقریباً پچاس گز تک
 تیل پھیل گیا اور پھر عمران نے ایک اور بٹن دبایا اور ایک شعلہ تیل پر
 پہنچ گیا۔

کھائیاں ایک دم روشن ہو گئیں۔۔۔ پچھلی کارچونکہ برقی رفتاری سے آرہی تھی اس لئے نزدیکوں کے باوجود آگ میں گھسنی چلی گئی۔ اور پھر کئی بھیا ناک چھین سنا دیں۔

لیکن عمران نے اپنی کارکی رفتار سست نہیں کی کیونکہ وہ ایک طویل چکر کاٹ کر ایک دوسرے راستے سے شہر پہنچ سکتا تھا۔ فریاد اب بالکل خاموش تھی۔۔۔ وہ پھٹی پھٹی اشکوں سے سلسلے دیکھ رہی تھی۔ عمران سرخوشی کی رفتار سے کار دوڑا رہا تھا۔ اور پھر وہ اس سڑک پر پہنچ گیا جو گھوم کر دوسرے راستے سے جاتا تھا۔ پھر وہ شہر کی طرف واپس جانے لگا۔

فریاد اب خاموش تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے ان تمام واقعات نے اس سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی ہے۔ عمران ایک طویل چکر کاٹ کر رانا پلیس والی سڑک پر آ گیا۔ اس وقت وہی عمارت قریب تھی۔ مختصر ہی دیر کے بعد وہ رانا پلیس میں داخل ہو گیا۔

آزاد کر ادلی گا۔ - - ماہ عمران پر اسرار مسکرا ہونے کے ساتھ بولا۔

"یہ ناممکن ہے۔ تم ایسا نہیں کرو گے۔" فریدہ کے ہونٹوں سے بے جان سے الفاظ نکلے۔ لیکن عمران اس کی طرف توجہ دینے کے بجائے جوزف کو بلانے کے لئے اگھٹنی بجانے لگا۔ چند لمحات بعد جوزف اندر پہنچ گیا۔

"یس، باس۔ میری کیا ضرورت پیش آگئی؟" جوزف نے کہا۔

"زیادہ بیک اس وقت کر۔" تجھے خلیفہ جانا ہے۔ گاڑی لے جا۔ اور فلیٹ سے کارو تسانہ کا حادثہ ہی پر میرا لے آ۔ اس وقت اس کی ضرورت ہے۔"

"نہیں قادر۔ میں اسے ہاتھ کیسے لگاؤں گا باس۔ میں اس وقت ہی اسے ہاتھ لگا سکتا تھا جب میں قہقری کا سردار ہوتا۔" جوزف کے چہرے پر اچانک خوف کے آثار ابھر آئے۔

جلدی کر۔ - انتہائی ہوشیار کی ضرورت ہے۔ اور ہاں گیرج سے دو سری گاڑی نکال لینا۔ پیمکارڈ پر سفر کرنا اس وقت خطرناک ہو گا۔ عمران نے سہمت لہجہ میں کہا۔ اور جوزف گردن پلانے لگا۔ اس کے ہونٹوں سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ - - بہر حال وہ داپسی کے لئے دھڑکیا اور عمران فریدہ کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

فریدہ کے چہرے پر عجیب سی کش مکش کے آثار تھے اس کا سینہ دھڑکنے کی طرح چل رہا تھا۔

"کیا سیرج رہی ہو فریدہ؟" عمران نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ میرا دماغ چکا رہا ہے۔" فریدہ نے کہا اور پھر وہ اسے کچھ یاد آ گیا۔ وہ اپنے لباس میں کچھ ٹوٹ لے لگی۔ عمران غور سے

اسے دیکھنے لگا۔ فریدہ نے ایک ننھا سا کیپسول نکالا اور اسی وقت عمران نے اسے دلچ لیا۔ فریدہ وہ کیپسول منہ میں ڈالنے جا رہی تھی۔۔۔ وہ اپنے آپ کو عمران سے چھڑانے کی جدوجہد کرنے لگی۔

”مجھے مر جانا چاہیے۔۔۔ ہمد جاؤ۔۔۔ مجھے مر جانے دو۔۔۔ یہ کیپسول میری زندگی ختم کر سکتا ہے۔ میرا مر جانا ضروری ہے۔۔۔ وہ چیخ رہی تھی لیکن عمران نے کیپسول اس سے چھین لیا۔

”میں جانتا ہوں تم کیوں مرنا چاہتی ہو۔۔۔ یہ اس ذلیل فیڈرو کا آخری داؤ ہے۔ لیکن یہ بھی کامیاب نہیں ہو سکا۔۔۔ عمران کہنے لگا۔

”نہیں عمران مجھے مر جانے دو۔ میرا مرنا ضروری ہے۔“

”تاکہ تم مجھے کچھ بتا نہ سکو۔ یہی بات ہے نا۔“

”ہاں۔ اس کا یہی حکم ہے۔۔۔ اس کا یہی حکم ہے کہ جب آزادی کا کوئی راستہ نہیں دیکھو تو یہ کیپسول کھا لو۔“ فریدہ نے کہا۔

”لیکن یہاں میرا حکم چلے گا۔ سیدھی ہو جاؤ۔۔۔ عمران خود بخود انا وہیں بولا۔ اور فریدہ چونک کر اسے گھورنے لگی۔۔۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر وہ صوفے کی پشت سے ٹپک کر گہری گہری سانسیں لیتے لگی۔

عمران غاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اور پھر وہ اس وقت تک بیٹھا اس کی نگرانی کرتا رہا جب تک جوزف واپس نہیں آ گیا۔ جوزف بڑا شیشہ بیکر آیا تھا عمران کا رشتہ کی کمرال سے لایا تھا یہ شیشہ زبردست پینا ٹائمز کی قوت رکھتا تھا عمران اس کا عملی تجربہ کر چکا تھا اس سے شیشہ ایک میز پر رکھ دیا اور اس سے پرامن شعاعیں خارج ہونے لگیں۔ فریدہ نے حیرت سے شیشہ کو دیکھا اور اس کی نظر میں شیشے پر جم گئیں۔ عمران نے

اللہ بڑھائی بنی بند کر دی۔ اور پھر وہ شیشے کی پیچھے کی طرف پہنچ گیا۔ کمرے
کی دھڑائیوں پر اسرار بیت سے لبریز ہو گئیں۔۔۔ شیشے سے خارج ہونے
والی شعاعیں کچھ اندر بڑھ گئیں۔۔۔ اور عمران کی نگاہیں فریاد پر جم
گئیں۔

فریاد۔۔۔ بلکیں جھپکائیں۔۔۔ بغیر اسے گھدیرتی نہ رہی تھی۔

”فریاد۔۔۔“ دھڑائی عمران کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی۔ لیکن

فریاد بدستور شیشے کو دیکھتی نہ رہی۔

”فریاد کھڑی ہو جاؤ۔۔۔ کھڑی ہو جاؤ۔۔۔“

”فریاد!“ عمران پکارتا۔ اور فریدی آہستہ آہستہ کھڑی ہو گئی۔

”بیٹھ جاؤ۔۔۔“ عمران نے پھر کہا۔ اور فریاد بیٹھ گئی۔

”نہارا اذہن اب ہر تساط سے آزاد ہے۔ فیڈ رو کی آنکھوں کو
بھول جاؤ ان کا اثر اب تمہارے ذہن پر نہیں ہے تم اس اثر سے آزاد
ہو چکی ہو۔“ عمران کہتا رہا۔

”تمہارا شعور اب واپس آ گیا۔“

”تم اپنے اصلی ذہن میں آ گئے ہو۔“

عمران کہتا رہا۔

”اب تم سو جاؤ۔ دس منٹ کے بعد تم بیار ہو گے تمہارے اوپر سے

لا شعور کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ اور تمہارا شعور واپس آ جائے گا۔

تم سب کچھ یاد رکھو گی۔۔۔ تمہیں سب کچھ یاد رہے گا۔“

عمران کے چہرے پر اسرت کی سرخی نظر آنے لگی۔ اس نے بتی

روشن کر دی۔ اور جوزف کی طرف دیکھنے لگا۔

”سے اٹھا کیلے جادو جوزف!،، عمران نے کہا۔۔۔

”کسے باص۔ جوزف چونکہ بڑا۔۔۔ لڑکی کو بچا۔۔۔

”نہیں اسے۔ عمران نے گولے کی طرف اشارہ کیا اور جوزف نے

بگڑے بڑھکے ہوئے احترام سے وہ گولا اٹھا لیا۔ ملازم سے کافی کے لئے کہا دینا۔ وہ عمران نے کہا۔

جوزف باہر نکل گیا۔ عمران تشریشناک انداز میں فریاد کو دیکھنے لگا۔ اور پھر اس کی نظریں گھڑی پر جم گئیں۔

ٹھیک دس منٹ کے بعد فریاد نے آنکھیں کھول دیں اور وہ حیران سی نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لیتے لگی۔ اور پھر عمران پر نظر میں پڑنے ہی وہ چونک پڑی۔

”ہیں۔۔۔ میں کہاں ہوں۔۔۔ او۔۔۔ او۔۔۔ اس نے سر ہکا لیا۔ میرے سر میں یہ کیسی دھمک ہے۔۔۔

”ابھی کافی پہلے آئی۔ اسے پیسے کے بے رحم کچھ سوچنا۔ ابھی اپنے ذہنی پر زور نہ دو۔“ عمران نے تہہ رزی سے کہا۔

”عمران صاحب!۔۔۔ او۔۔۔ مجھے سب کچھ یاد آ رہا ہے

۔۔۔ مجھے یاد آ رہا ہے عمران صاحب!۔۔۔ ایک ایک بات یاد آ رہی ہے۔۔۔ وہ اسی انداز میں بولی۔

”ذہن پر زور نہ دو۔۔۔ ابھی چند منٹ اور آرام کرو۔۔۔

عمران پھر گولا۔ اور فریاد صوفے سے اٹھی۔ وہ گہری گہری سانس لے رہی تھی۔ گاہے گاہے اس کے چہرے پر اضطراب کے آثار نمودار ہو جاتے تھے اور وہ آنکھیں کھول کر عمران کو دیکھنے لگتی تھی۔

پھر عزت کافی لے آیا۔ اس نے ٹرائی کھڑی کر دی۔ عمران نے خود اپنے ہاتھ سے کافی بنا کر فریاد کو پیش کی۔ فریاد کافی کے گھونٹ پینے لگی۔ اس کے چہرے سے کافی قہقہوں کا احساس ہو رہا تھا۔ ایک پیالی ختم ہونے کے بعد عمران نے دوسری پیالی بھر دی۔ فریاد نے کسی قسم کا تکلف نہیں کیا۔ اس کے۔ جوزف۔ ! اب تم باہر جاؤ۔ عمران نے جوزف سے کہا انداس کے باہر نکال جانے کے بعد عمران نے اٹھ کر دروازہ انار سے بن کر دیا فریاد نے اس پر بھی کسی قسم کی تشویش کا اظہار نہیں کیا۔ اور وہ خاموشی سے کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتی رہی۔

عمران دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اور اس وقت تک کھانا کھا کر دیا گیا۔ فریاد نے کافی ختم نہ کر لی۔ پھر اس نے پیالی رکھ کر سنبھلی سے ہونٹ صاف کئے۔ درحقیقت کافی پینے کے بعد اس کے ذہن کی حالت کافی سا بھر گئی تھی۔۔۔ وہ چیز منٹ گہری گہری سانس لیتی رہی پھر بولی۔

”تم نے مجھے اس کے ذہنی تسلط سے کیسے آزاد کر لیا۔“
 ”پہلے مجھے ایک بات بتا دو۔“ عمران نے بھی سنجیدگی سے کہا۔
 ”کیا۔“

”کیا تم اس تسلط کے بعد کبھی پھیلی یادداشتیں برقرار رکھتی تھیں۔“
 ”یاں عمران۔ یہی تو حیرت اور بے بسی کی بات تھی۔ میں پوری طرح سوچ سکتی تھی۔ پوری طرح سمجھ سکتی تھی کہ میں کیا کر رہی ہوں یا مجھے کیا کرنا چاہیے۔ لیکن میں کر رہی سکتی تھی جو وہ چاہتا تھا یہی حالت ڈیڑھ کی بھی تھی۔ ہماری کیفیت! بس میں کیا بتاؤں۔۔۔۔۔“

یوں سمجھو کہ جیسے خواب میں ہم چمکنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن آزاد نہیں نکلتے ہیں۔ یہی ہماری زبردست بے بسی تھی۔
 ”گویا جو واقعات اب تک پیش آئے وہ تمہیں سب یاد ہوں گے۔“
 ”اچھی طرح۔“

”اس کے تسلط کے بعد کے واقعات بھی یاد ہیں۔“ عمران نے پوچھا۔
 ”پوری طرح۔ میں اتنی دیر سے یہی سوچ رہی تھی۔“
 ”اب تم اپنے آپ کو اس کے ٹرانس سے بالکل آزاد پائی ہو۔“
 ”ہاں۔ پوری طرح۔“

”گویا میں کامیاب ہوں۔“ عمران نے جیسے خود سے کہا۔ پھر بولا۔
 ”ان غیر تناک واقعات سے تم پوری طرح واقف ہو گئی۔ فریاد!۔۔ جو پیش آچکے ہیں۔ اور پیش آ رہے ہیں۔“
 ”ہاں عمران۔ میں دعا کرتی ہوں کہ ایک ایک لفظ میں تمہیں سچ سچ بتا دوں گی۔۔ وہ فریاد نے جذباتی انداز میں کہا۔

”مجھے تمہارے غلط فہمی سے بھی امید ہے فریاد۔ حالانکہ میں نے اب تک جو حالات دیکھے ہیں اور معلوم کئے ہیں اگر ان پر سطحی نظر سے روشنی ڈالی جائے تو تم اور پرورد فیسر زبردست مشکوک سمجھے جاسکتے ہو۔ لیکن میرے حالات کا اچھی طرح جائزہ لیا ہے اور مجھے خوشی ہے کہ میں کامیاب رہا ہوں۔ میں تمہاری ممنون ہوں۔ فریاد نے گردن جھکا کر کہا۔۔ لیکن اس میں شک بھی نہیں ہے کہ میں اور ڈیوڈی ان واقعات میں برابر کے مجرم ہیں۔“
 ”اوہ۔۔ عمران چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”ہاں عمران۔ کبھی انسان بہت بڑا ہو کر بھی بہت ذلیل اور گھٹیا

بجایا ہے۔ " فریادہ غمزہ انہ میں بولی۔

عمران خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

" میرے ڈیڑھی بھی ایک عظیم انسان ہونے کے باوجود نہایت ذلیل انسان میں سوچ کر ایک ذلیل ترین حرکت کر بیٹھے ہیں۔ " فریادہ نے بتایا۔

عمران خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا کہ فریادہ اس وقت جزائیہ میں کس میں ہے اور اس وقت وہ جو کچھ کہہ رہی ہے اس میں ذرا براہ کھی جھوٹ نہیں ہے۔ وہ بہت سنجیدگی اس کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس وقت اس کے چہرے پر حماقت کا مشاہدہ تک نہیں تھا۔

فریادہ چن۔ منٹ گردن جھکا کر کچھ سوچتی رہی جیسے وہ واقعات کو جمع کر رہی ہو اور پھر گردن اٹھا کر وہ عمران کی طرف دیکھنے لگی۔ لیکن اس سے قبل کہ وہ کچھ کہے اچانک حوزت نے باہر سے آواز دی۔ وہ زور زور سے دروازہ ہمیشہ رہا تھا۔ عمران چونک کر کھٹ گیا۔



نامہ کے جبر نے بھنی گئے اور اس کی آنکھوں میں دیوانگی نظر آنے لگی۔ وہ بگٹے ہوئے سردی کو دیکھتا رہا نہ جلنے کو لسا کر فناک نہ رہا تھا جس نے یہ

کر شجرہ کھایا تھا

صرف چند منٹ ۔۔۔ اور پھر زمین پر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ پڑا وہ
گیا جس سے تمام گہشت جل کر نیچے گر گیا تھا مگرے میں ہلکا سا تعفن پھیل گیا تھا۔
ناصر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا ایک بار پھر اسے شکست ہو گئی تھی اس نے
سوچا تھا کہ اس شخص سے یقیناً اس سلسلہ میں بہت کچھ معلوم ہو سکے گا۔
لیکن فیڈرور نے اسے شکست دیا ہی تھی

لیکن ایک بات اس کے ذہن میں گھٹاک رہی تھی۔ فیڈرور کا مشن کوئی
جذباتی مشن تو نہیں تھا نہ ہی وہ کوئی ایسا کام کر رہا تھا جس کی وجہ سے
اس کے ساتھ انسانی جذباتی پیو جاوے کہ اس کا راز کھل جانے کے خوف
سے خودکشی کر لیں۔ پھر کیا زہر ہو سکتی ہے۔

اور اس کی ایک ہی وجہ سامنے آئی تھی وہ یہ کہ یقیناً فیڈرور نے ان
لوگوں کو بھی پینا ٹائمر کر رکھا تھا۔ اس نے انہیں ہدایت کر دی تھی کہ اگر
ان میں سے کوئی بھی بکڑا جائے اور دھاتی کی کوئی عورت باقی نہ رہے
تو وہ زہریلی گولی یا کیپسول کھائے اس وقت بھی اس شخص نے آخری عورت
ہی مناسب سمجھی تھی۔

ناصر دانت پیسنے لگا۔

اس بار واقعی ایک خطرناک شخص سے واسطہ پڑا تھا جو قیام قائم پر
زبردست چڑھیں رہے رہا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ بالکل
سامنے تھا لیکن وہ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتے تھے۔

تقدیر ہی دیر ناک وہ اسی طرح کھڑا سوچتا رہا اور پھر اس کی
تذہر اسی بار بار ڈھانچے کی طرف گئی۔ اس کا کچھ کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ

اسے اس طرح یہاں نہیں پڑا رہنے دیا جاسکتا تھا۔

وہ کمرے سے باہر آیا اور پھر وہ تہہ خانے کے جال میں پھیلے ہوئے ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں ساتھی آلات رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک ٹرائی کے قریب پہنچ کر اس پر رکھی ہوئی مشین کے تار جوڑے اور پھر ٹرائی دھکیلتا ہوا اس کمرے میں آ گیا۔ یہاں اس نے ٹرائی کی مشین میں لگے ہوئے پلگ کو کمرے میں لگے ہوئے ساکٹ میں لگا دیا اور مشین پر مصروف ہو گیا۔ اس نے ایک سینٹرل گھبرا کر مشین کے سوراخ اس لاش کی طرف کئے۔ اور پھر ایک بٹن دبا دیا۔ کمرے میں ایک عجیب سی بھیانک آواز گونج اٹھی یہ آواز مشین سے نکل رہی تھی اور پھر مشین سے ایک سفید شعلہ نکلی اور ناعمر سے لاش پر اوپر سے نیچے تک پھیرنے لگا۔

وہ مشین اسپرٹ کرتا رہا اور اس جگہ سے دھواں سا اٹھنا شروع ہوا جہاں لاش کا مبد بودار پانی پڑا ہوا تھا۔ لیکن اس دھوئیں کے نیچے وہ پانی خشک ہونا چاہ رہا تھا۔

تقریباً پندرہ منٹ تک یہ عمل جاری رہا۔ پھر پندرہ منٹ کے بعد وہاں کچھ نہیں تھا۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ بھی غائب ہو گیا تھا اور وہ جگہ ایسی شفاف نظر آرہی تھی جیسے وہاں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں پڑا تھا۔ پھر ناعمر نے مشین بند کر دی اور پلگ ساکٹ سے نکال لیا پھر اسے اسی کمرے میں لے جانے کے بعد جہاں سے وہ اسے لایا تھا وہ باہر نکل آیا۔

اب اس کا رخ لیبارٹری والے ہال کی طرف تھا۔

لیبارٹری میں وہ ایک گھنٹہ تک مصروف رہا اور پھر نیچے اتر آیا۔ لباس تنہا پہنے ہوئے وہ کارڈ کی طرف بڑھا اور چن منٹ کے بعد کارڈ بند ونگ کا

ناصر نے اپنے اسٹیئر کی رفتار بڑھادی اور ہوشیار ہو گیا اور پھر
دوسرے اسٹیئر کا فاصلہ ناصر کے اسٹیئر سے صرف چن گزیرہ گیا صرف ایک لمحہ میں
دونوں اسٹیئر ٹکرا جانے والے تھے۔ ناصر نے ایک دم اپنے اسٹیئر کا رخ
کاٹ دیا اور دوسرا اسٹیئر تیزی کے ساتھ اس کے قریب سے گزرا چلا گیا
ناصر نے اس میں دو آدمی دیکھے۔ لیکن ان کے چہرے دیکھ کر ناصر کی آنکھیں
جیرت سے پھیل گئیں ان کے چہروں پر بال اگے ہونے لگے۔ ناصر کو عمر ان کی
بتائی ہوئی تفصیل یاد آگئی۔

اسٹیئر ایکس چکر کاٹنے کے بعد پھر گھر ما اندر اس بار وہ زیادہ ہوشیاری
سے ناصر کے اسٹیئر کی طرف بڑھنے لگا۔ شاید وہ ناصر کے اسٹیئر سے ٹکرا جانا
چاہتا تھا۔۔۔ حالانکہ اس طرح ٹکرانے میں دونوں اسٹیئروں کی تباہی
اور ان میں موجود لوگوں کی موت یقینی تھی۔ لیکن دوسرے اسٹیئر میں
ان دونوں وحشی انسانوں کو دیکھ کر ناصر سمجھ گیا تھا کہ ان کے لئے مرجانا
کوئی خاص بات نہیں ہے بلکہ انھیں کبھی بھی اس لئے مر گیا ہے کہ وہ خود
اپنی ناصر کے ساتھ مرجائیں۔

یہ صورت حال بڑی خطرناک تھی۔ ناصر نے اپنے اسٹیئر کو بچا لیا لیکن
دوسرے اسٹیئر کا پورا حصہ ناصر کے اسٹیئر سے ٹکرا گیا اور اتنا زبردست
جھٹکا لگا کہ ناصر گرنے لگے تھے بچا۔ کشش وہ سنبھل سکا۔ اور اسٹیئر ایک
چکر کاٹ کر پھر گھر م گیا۔

سمندر کے پہلے پر زبردست جہرہ ہر دو ہی تھی ناصر اپنے اسٹیئر
کو بچا رہا تھا اور دوسرا اسٹیئر اب اسے بہت کم مہلت دے رہا تھا۔ وہ
چھوٹے سے چھوٹا دایرہ بناتا تھا اور اس پر لپکتا تھا ناصر بھی اسی چھوٹے

چھوٹے ڈاٹرے میں اپنے اسپیٹر کو بچاتا تھا۔

اور پھر ناصر مجبور ہو گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے اسپیٹر کا اسپیٹنگ
سنبھال لیا اور دوسرے ہاتھ سے جیب سے پستول نکال لیا اس وقت
چونکہ وہ اسپیٹر پر اکیلا تھا اس لئے زیادہ دقت ہو رہی تھی ورنہ اسپیٹر
پر ایسی تباہ کن چیزیں بھی تھیں جو دور ہی سے اس دور سے اسپیٹر کو تباہ
کر سکتی تھیں۔۔۔ لیکن ایسی صورت میں کسی اسپیٹنگ سنبھالنے والے
کی ضرورت تھی۔ تاکہ ناصر ان چیزوں کو استعمال کر سکتا۔ اسپیٹنگ چھوڑ
کر وہ جا نہیں سکتا تھا۔ ورنہ دوسرا اسپیٹر اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاتا
اسپیٹر کچھ قریب سے گزرا اس بار نہ صرف ناصر نے اپنا اسپیٹر بچایا
بلکہ اس کے پستول سے ایک فائر بھی ہوا۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔ اس کا
کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

ناصر کو تعجب ہوا۔ گولی کا نشانہ یقیناً غلط نہیں ہوا تھا۔۔۔
۔۔۔ وہ اسپیٹنگ پر کھڑے ہوئے شخص کے سینے پر گولی پڑی تھی۔۔۔
۔۔۔ کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔

دوسری بار ناصر نے پھر فائر کیا لیکن۔۔۔ نتیجہ وہی طعناک
کے تین پات رہا۔۔۔ وہ اس طرح بیٹھے رہے۔

اس بار ناصر نے اسپیٹنگ کرنے والے کے سر کا نشانہ لیا اور جیسے
ہی قریب سے گزرا ناصر نے پھر فائر کیا۔۔۔ ایک تھوڑا سا ادھماکہ ہوا اسپیٹر
کے ٹینک کے پھٹنے کا تھا اور تیسری دھماکہ کی جگہ سمندر کا پانی کئی فٹ
اچھلنے لگا۔

ناصر نے آنکھیں بند کر کے ایک طے میں سانس لی اور دوسرے اسپیٹر کی

طرف دیکھنے لگا۔ جو دھڑ دھڑ جل رہا تھا۔

اس وقت وہ کیا کر سکتا تھا لیکن اگر وہ تباہ ہوتے ہوئے اسپتال کے قریب جا کر کچھ معلوم کرتا تو مصیبت میں پڑ سکتا تھا۔۔۔۔۔ کیونکہ دھماکے کی آواز دور دور تک گئی تھی۔ اندکھی طرف سے لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے ناہر نے اس وقت ایک لمحہ کے لئے بھی رگنا مناسب نہیں سمجھا اور اچانک اس کے اسپتال کی رفتار ایک دم تیز ہو گئی۔ اسپتال کی طرح سمن کے سینے پر دوڑنے لگا اور ناہر اس خوفناک حملے کے بارے میں سوچنے لگا۔۔۔۔۔ سے تعجب تھا کہ آخر ان لوگوں نے کیا چکر چلایا ہے۔

ایک آدمی اس کے پیچھے لگا تھا اور دوسرے لوگ بھی سمن رو میں اس کے منظر تھے۔ ان لوگوں نے یقیناً ناہر اور عمران کے گرد آدمیوں کا ایک جال پھیلا دیا تھا۔

اس طرح تو انھیں اس آدمی کی گرفتاری کی اطلاع بھی ضروری ہو گی جو ناہر کی نگہبانی کر رہا تھا۔ اس نے سوچا

”یس مسٹر آرگن۔“ فیڈر نے ریسور میں کہا۔
 ”ایک بری اطلاع ہے جناب۔“

”اوہ۔ کیا بات ہے۔“ فیڈر نے تعجب سے پوچھا۔

”ڈسٹر ناصر کے ہاتھ لگ گیا ہے۔“

”اوہ۔۔۔۔۔ کیسے۔!“

بس جناب وہ ناصر کی سگرائی کر رہا تھا۔۔۔۔۔ ناصر کے اپنے مکان سے نکلنے ہی وہ اس کے پیچھے لگ گیا۔ لیکن ناصر کو شاہی شہر ہو گیا تھا اس لئے ناصر ایک سٹان سٹاک پر چلا گیا۔ اور وہاں اس نے ڈسٹر کو پکڑ لیا۔۔۔۔۔ وہ ڈسٹر کو اپنے ساتھ لے گیا ہے۔

”ہیں۔۔۔ یہ کھٹیک نہیں ہو رہے۔۔۔ بہر حال اتنا زیادہ خطرناک بھی نہیں ہے۔“ فیڈر نے کہا۔

”مگر جناب۔ میرا خیال ہے کہ ڈسٹر بہاری نشان دہی کر سکتا ہے۔“ آرگن نے گہرائے ہیرے ان ازمیں کہا۔ لیکن جواہر میں فیڈر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

”فیڈر نہ کچی گولیاں نہیں کھیلتا ہے آرگن۔۔۔ تم میرے ساتھی ہو لیکن ابھی تک میرے بارے میں کھٹیک سے نہیں جان سکے ہو۔۔۔ ڈسٹر سے کچھ نہیں بتا سکے گا۔“

”اوہ۔۔۔ کیسے جناب۔۔۔“

اس لئے کہ اس کا ذہن ابھی میرے قبضہ میں ہے اس کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھی ہے کہ اگر بات بگڑ جائے تو اسے کیا کرنا چاہیے۔

”اوہ۔۔۔“

”ہاں۔۔۔ اگر ناصر نے اس سے میرے بارے میں کچھ پوچھنے کی کوشش کی تو وہ ایک زہریلی گولی کھا کر خود کشی کر لے گا ہر قیمت پر۔۔۔۔۔“

” اڑوں۔ ما آرگن کی حیرت زدہ آواز سناؤی آواز پھر وہ ایک طویل سانس لیکر بولا۔

بیشک جناب۔ ہم لوگ آپ کی صلاحیتوں تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔
 ” اس سلسلہ کا کیا ہوا۔“
 ” سیمپر تیار ہے جناب۔ مجھے یقین ہے کہ ناصر اس طرف ضرور آئے گا۔
 آپ اگر مناسب سمجھیں تو آج ہی ملے۔“
 ” ہاں۔۔۔۔ اگر تم فون نہ کرتے تو میں یہاں سے چل پڑتا۔ پھر حال مجھے خود بھی کام ہے۔“

” میں انتظار کر رہا ہوں۔“

” اوکے۔ میں پہنچ رہا ہوں۔۔۔ ۲ سطر کی طرف سے بے فکر ہو۔۔۔“
 ایری جیت بھی اسی میں ہے کہ میں ہر حالت میں محتاط رہوں۔“ فیڈر
 نے کہا اور فون بند کر دیا۔ پھر وہ اس کمرے سے نکلی کر دوسرے کمرے میں
 آیا۔۔۔۔ وہاں پہنچ کر اس نے لباس تبدیل کیا اور چل پڑا۔ اس کی کارٹیزی
 سے بند گاہ کی طرف جا رہی تھی۔ آرگن اور بینل کو اس نے خاص طور پر بلوایا
 تھا یہ دونوں اس کے ملک میں اس کے مشیر خاص تھے اور اکثر مدفعوں پر انھوں
 نے فیڈر کے ساتھ اہم ترین کام انجام دیے تھے۔ چنانچہ جب یہاں بھی فیڈر
 نے اپنے قدم جمائے تو اسے بتے آپ کو ان جھگڑوں سے آزاد کرنے کی ضرورت پیش
 آئی۔ اب وہ کھڑس کام کرنا چاہتا تھا۔ فی وقت اسے سائنسی کام کر کے ان لوگوں
 کو ہنگاموں میں پھنسانا تھا۔ اور اپنا کام بھی کرنا تھا لیکن اب اسے دوسروں
 کا بھی ضرورت محسوس ہونے لگی تھی۔

۔۔۔ یہاں پر فیڈر کا تیار کیا ہوا غنڈہ جو کہ موجود تھا جو اب پوری طرح فیڈر

کے لئے کام کر رہا تھا۔ وہ بے انتہا ذہین اور چالاک تھا اس کے ساتھ تیس آدمی اور کتے۔ لیکن اس کے علاوہ فیڈرولنے آرگن اور بنیل کو بھی بلا لیا تھا۔ اس نے بنیل کے سپرد عمران کو کر دیا۔ اور آرگن کو ناصر پر مامور کر دیا۔ اس نے کہا تھا کہ ان دونوں کو قتل نہ کیا جائے۔۔۔۔۔ لیکن ان پر قاتلانہ حملے ضرور جاری رہیں۔۔۔۔۔ مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ مطمئن ہو کر صرف فیڈرول کے پیچھے نہ رہیں۔

بنیل پوری صلاحیتوں کے ساتھ عمران کے پیچھے لگ گیا تھا اور آرگن ناصر کی فکر میں تھا۔ ان دونوں کو آدمی بھی دیدے گئے تھے لیکن ان لوگوں کا انچارج جو کر رہی تھا۔

فیڈرول کو معلوم تھا کہ آرگن بن رگاہ میں سنگر انداز ایک غیر ملکی جہاز پر مقیم ہے۔ اس جہاز کا کپتان آرگن کا گہرا دوست تھا چونکہ اس جہاز کو کبھی کافی دن یہاں سنگر انداز رہنا تھا اس لئے آرگن اس جہاز پر رہ کر اپنا کام کر رہا تھا۔ اندراب جو بڑا گرم بنایا گیا تھا اس میں فیڈرول نے دو وحشی نوجوان جہاز پر بھیج دیے تھے۔ کیونکہ ان سے کام لینا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس کی گاڑی بن رگاہ میں داخل ہو گئی اور پھر ایک جگہ اس نے کار پارک کر دی۔۔۔۔۔ یہاں دوسری گاڑیاں بھی کھڑی ہوئی تھیں۔ فیڈرول نے انجن لاک کیا اور جانی انکیش میں سے نکال کر بن رگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔۔۔۔۔ چند منٹ بعد وہ اس علاقے کی طرف چلنے لگا جہاں پرامیٹر بیٹ لائینس سنگر انداز رہتی تھیں۔ پلٹ غارم کے نیچے ایک جگہ ایک لایچ کھڑی تھی۔ جس پر سی کنگ لکھا ہوا تھا۔ فیڈرول پلٹ غارم سے اتر کر ایک لایچ اور اس سے دوسری اور پھر

تیسری پرستار امداد - اور پھر سنی کنگ پرنس پہنچ گیا۔۔۔ لایچ کے کہیں میں دو آدمی لیٹے ہوئے تھے۔ انھوں نے تجھ سے فیڈ رز کو دیکھا۔

"نچھے" سی کنگ در پر لے چلو۔ ۔۔۔ فیروز نے کہا۔

”۵۱۔ جناب ۔۔۔ کیا آپ مسٹر فیروز ہیں ، ایک شخص نے

۱۳۶۰ -

ہاں۔ کیا تمہیں اس سلسلہ میں رہائش ملی ہے۔

جی ہاں - تشریف رکھیے - ان میں سے ایک نے کہا - اور دوسرا -

اسٹرنگ کے قریب پہنچ گیا۔ فیڈر اس کے قریب ہی کھڑا ہو گیا اور لاپنج چل پڑی۔ محفوظی دیر کے بعد وہ گودی سے کافی دور سمندر میں لنگر اٹا کر جہاز سی کنگ کے قریب پہنچ گئے۔ لڑہے کی سیڑھی نیچے لٹکا دی گئی اور فیڈر نہ دیر پہنچ گیا۔ اندر کپتان اور آرگن اس کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ آرگن

لے کیتان سے فیٹر رو کا لغزہ کرایا۔ اور پھر وہ جہاز کے ایک خاص کمرے کی طرف چل پڑے یہ جہاز حقیقی حصہ کا تھا۔ جس سے دوسری طرف کھلا سمندر صاف نظر آ رہا تھا یہاں ایک جگہ تین پالیوں کے اسٹیج پر ایک بہت بڑی دور بین فٹ حقی ادو ایک آدمی اس دور بین پر جھکا کچھ دیکھ رہا تھا۔

ان لوگوں کے قریب پہنچے پر وہ سب ہاتھ کھڑا ہو گیا۔

”کیا یہ زینین ہے۔“ آرگن نے پوچھا۔

اچھی تنک کی خاصی بات نہیں ہے جناب ، اس شخص نے جواب دیا

اس مار فیلج رو خود بھی دور میں پر جھک گیا۔ اور پھر سمندر کا جاسٹروہ لئے لگا۔

دفعتا اس نے ایک دو در بین ایلیسٹ کرتے ہوئے کہا۔

”وہ دیکھو۔ میرا خیال ہے جو یہی ہے۔“ اس نے آہنگن کیا اشارہ کیا

اور آرگن جلدی سے دور ہیں پر جھک گیا۔

"کھٹیک ہے جناب - آپ کا اندازہ درست ہے ،، آرگن نے کہا۔

اور پھر جلدی سے اشارہ کر کے آیا - آدمی کو بلایا - روانہ کر دو۔۔۔ جلدی
پہری اپ - " اور وہ آدمی بڑی تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

تقدڑی دیر بعد ایک اسٹیمر اس طرف جا رہا تھا جو دھڑا دھڑا کر کے لاچ نظر
آئی تھی۔ آرگن پھر دور میں سے ہٹ گیا۔ اور کپتان اپنی دور میں سے اس
طرف دیکھنے لگا۔ جہاز کے پاس سے جانے والا اسٹیمر جس پر دو آدمی سوار تھے
تیزی سے اس طرف جانے لگا۔ جہاز دوسرا اسٹیمر نظر آ رہا تھا۔

اور تقدڑی دیر کے بعد وہ اس کے قریب دوڑنے لگا اس کا رخ بھی
اسی سمت میں تھا جس سمت میں دوسرا اسٹیمر جا رہا تھا۔ یہاں سے فیڈر
نے طیلی بیٹھنے کے ذریعہ اسٹیمر میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے ذہنی رابطہ قائم
کیا۔ اور انہیں ذہنی طور پر گائیڈ کرنے لگا۔ پھر جب دو لڑیں اسٹیمر کھلے
سمندر میں پہنچ گئے اور اچانک جہاز سے گئے ہوئے اسٹیمر کا رخ ناھر کے
اسٹیمر کی طرف ہو گیا۔

اور پھر وہ خوفناک جہاز شہر نہ ہو گئی۔ کپتان کا منہ دلچسپی اور
اشتیاق سے پھیلا ہوا تھا آرگن بھی دلچسپی سے یہ کش مکش دیکھ رہا تھا۔ لیکن
فیڈر کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اس کی آنکھیں بھی خوفناک ہو گئی تھیں۔
اور اب وہ دور میں سے ہٹ کر اپنی آنکھوں سے اس خطرناک ہنگامے کو
دیکھ رہا تھا۔

"دیری ٹائیس۔ دفعتاً کپتان کے منہ سے نکلا۔ بہترین صلاحتیں
کا مالک ہے وہ شخص ،، اس نے کہا لیکن کسی نے اس کے حلقے پر توجہ نہیں

فیٹ رو کے چہرے پر ماب پریشانی نظر آنے لگی۔ اور پھر وہ بڑی طرح
جھنجھلا یا مہما نظر آنے لگا۔

میرا خیال ہے وہ کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ وہ مایوسی سے بولا۔ آرگن بھی
تشریشناک نظروں سے اس مقابلے کو دیکھنے لگا۔
”وہ گد لیاں چلا رہا ہے۔“ آرگن بولا۔

ان کے جسموں پر پلٹ پڑ رہے ہیں۔ ہاں اگر اس نے۔۔۔۔۔ !
پھر فیٹ رو کا جملہ پورے بھی نہیں ہونے یا یا تھا کہ ایک ہلکا دھماکا سنائی دیا۔
اور پانی نے اچھل کر اسٹیٹ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اور پھر دوسرے دھماکے
کے ساتھ آگ بھی نظر آنے لگی۔۔۔۔۔ پھر وہ اسٹیٹ ڈوبنے لگا جس پر فیٹ رو
کے آدمی سمجھ گئے۔ فیٹ رو ہونٹے کاٹے رہا تھا آخر کار وہ آرگن کی طرف رخ کر کے
بولا۔۔۔۔۔ ”وہ نکل گیا آرگن۔۔۔۔۔ یہ کجخت کامیاب نہیں ہو سکے۔

یقیناً اس نے ان کے سر کا نشانہ لیا تھا۔ وہ بہت چالاک ہے۔“

”مجھے افسوس ہے جناب۔“ آرگن لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔

”ہمشت۔ افسوس کیا ہو رہا۔۔۔۔۔ نظام رہے میں سے قتل نہیں کرنا چاہتا

اسٹیٹ ٹرک ان کے بجائے وہ اس پر گولیوں کی بارش بھی کر سکتے تھے اس طرح

وہ بچ نہیں سکتا تھا۔ لیکن میں سمجھ رہی ہوں اس کی بے بسی دیکھنا چاہتا تھا

بہر حال یہ تو معاذ ہی ہو گیا کہ وہ بھی جاگتے زمین کا مالک ہے۔“ فیٹ رو

کہنے لگا۔ دوسرے لوگ خاموش ہی رہے۔



”کیا بات ہے؟“ عمران نے دروازہ کھیل کر جھونکا۔
 ”کچھ لوگ کوٹھڑی میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں باس۔“
 جھونکنے جواب دیا۔

”پھر؟“

”میں نے انھیں روک دیا ہے۔“
 ”تیرے رہنے سے وہ رک گئے؟“

”ہاں باس۔ انھوں نے خود کو اسپیشل پولیس کا آدمی بتایا ہے۔ کہتے
 ہیں ایک عورت اغوا کر کے یہاں لائی گئی ہے۔“

”تم یہاں رکھو۔“ عمران نے لڑکی سے کہا۔ اور دروازہ بن کر کے باہر نکل آیا۔
جن منٹوں کے بعد وہ جوزف کے ساتھ گیسٹ پر پہنچ گیا۔ ۔۔۔۔۔ لیکن وہاں
کوئی نہیں تھا۔

”ارے وہ کہاں گئے۔“

ابھی تو یہاں موجود تھے۔ جوزف نے بوکھلائے ہوئے انا ان میں کہا۔
اور عمران نے انا کی طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ بے تحاشا انا کی طرف دوڑا
تھا جوزف نے بوکھلائے ہوئے انا ان میں اسے دیکھا اندر کچر خود بھی اس کے
پیچھے دوڑنے لگا۔

عمران نے پستول ہاتھ میں نکال لیا تھا۔ دھتکتا مارا ناپائلیس کے اندر دوئی
حصہ سے فائرنگ سنانی ہوئی اور کئی گولیاں عمران اور جوزف کے قریب سے
نکل گئیں۔ ۔۔۔۔۔ عمران ایک دم زمین پر گر پڑا
گولیاں پھر چلیں۔ اس بار ان کی سمت کا انا زہ ہو گیا تھا۔۔۔
عمران نے خود بھی دو تین فائر حمہ کا دیئے۔

”جوزف! پشت کی سمت پر۔۔۔“ عمران نے آخری زباں میں
کہا۔ اور جوزف کسی تیز رفتار سانپ کی طرح پیچھے کی سمت کی طرف رینگنے
لگا۔ عمران کے سامنے سے گولیاں برابر چل رہی تھیں۔

دفعۃً جوزف نے دو تین سائے مارا ناپائلیس کے عقبی سمت میں نکلے
دیکھے انھوں نے کسی کو بچا رکھا تھا اور جسے جکڑ رکھا تھا وہ بہت زیادہ جلدو جہر
کر رہا تھا۔ لیکن چونکہ وہ تعداد میں کمی تھے اس لئے اس کی جلدو جہر۔۔۔
۔۔۔ کا میاب نہیں ہو رہی تھی۔ وہ لوگ مارا ناپائلیس کے اس حصہ کی طرف جا
رہے تھے جہاں سے باہر نکلنے میں کافی آسانی ہو سکتی تھی۔

جوزف کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ اگر وہ پینڈول سے خام مرنگ کرنا ہے تو اس سے اس کے بھی زخمی ہو جانے کا اندیشہ ہے جسے وہ پکڑے لے رہا ہے۔ اور جسے وہ پکڑے لے رہا ہے وہ اس لڑکی کے علاوہ اندکین ہو سکتا ہے۔

اور ماسٹر جوزف: تم کو کھلم کھلا بیوقوف بنایا گیا ہے۔ خود کو۔ اسپیشل پولیس کا آرمی بنا کر ان کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح انہیں داخل ہوا جائے۔ اور جب تم نے ان کی دال نہیں گلنے دی تو انہوں نے تمہیں دوسرا چکر دیا۔۔۔۔۔ یعنی باس سے اجازت کا۔۔۔ اور تم باس سے اجازت لینے گئے اور وہ اندر داخل ہوئے۔ پھر انہوں نے اطمینان سے چھپ کر تمہیں باس کے ساتھ آتے دیکھا۔ اور لڑکی کو لے اڑے۔۔۔ اگر یہ لڑکی کو لیجانے میں کامیاب ہو گئے تو ماسٹر جوزف تمہارے لئے ڈوب مرے کا مقام ہو جائے گا۔ باس زندگی بھر طعنہ دے گا۔ اندر جینا حرام کر دے گا۔ چنانچہ اب خود ہی بھگتے۔۔۔ ان کمبیز پر گولی چلانا بیکار ہے۔۔۔۔۔ ان کے باہر نکلنے سے قبل ان پر چھاپہ مارنا ہے۔

گڈ۔ وہ میری لڑکی۔۔۔ یہ کھٹیک ہے۔۔۔۔۔ آج ذرا باکسنگ کا مظاہرہ بھی ہو جائے گا۔

جوزف نے سر ہٹا کر کسی خوشنماہ جینے کی طرح کراٹا کی باڑ کے سہارے آگے بڑھنے لگا۔۔۔۔۔ وہ افریقہ کا جالاک جیتا تھا اور ایسے موقعوں پر جب اس کی صلا جیتیں عود کر آتی تھیں وہ عجیب و غریب ثابت ہوتا تھا۔

چنانچہ وہ ان لڑکوں سے پہلے ہی اس دیوار کے قریب پہنچ گیا جس

جوزف کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ اگر وہ پینٹول سے فارنگ کرتا ہے
 تو اس سے اس کے بھی زخمی ہو جانے کا اندیشہ ہے جسے وہ پکڑے لے
 جا رہے تھے۔ اور جسے وہ پکڑے لے جا رہے ہیں وہ اس لڑکی کے علاوہ
 اند کوئی ہو سکتا ہے۔

اور ماسٹر جوزف: تم کو کھلم کھلا بیوقوف بنایا گیا ہے۔ خود کو۔
 اسپیشل پولیس کا آدمی بتا کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح ان کے داخل ہوا
 جائے۔ اور جب تم ان کی دال نہیں گئے دی تو انہوں نے تمہیں دوسرا چکر دیا۔
 ۔۔۔۔۔ یعنی باس سے اجازت کا۔۔۔ اور تم باس سے اجازت لینے گئے
 اور وہ اندر داخل ہوئے۔ پھر انہوں نے اطمینان سے چھپ کر تمہیں باس کے
 ساتھ آتے دیکھا۔ اور لڑکی کو لے آئے۔۔۔ اگر یہ لڑکی کو لیجانے
 میں کامیاب ہو گئے تو ماسٹر جوزف تمہارے لئے ڈوب مارے کا مقام ہو جائے
 گا۔ باس زندگی بھر طعنہ دے گا۔ اور جینا حرام کر دے گا۔ چنانچہ اب خود
 ہی بھگتو۔۔۔ ان کمینڈوں پر گولی چلانا بیکار ہے۔۔۔۔۔ ان کے
 باہر نکلنے سے قبل ان پر چھاپہ مارنا ہے۔

اگر۔۔۔ دیر ہی لگی۔۔۔ یہ ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ آج ذرا باکسنگ
 کا مظاہرہ بھی ہو جائے گا۔

جوزف نے سوچا اور کسی خوشنماہ جینے کی طرح کڑاٹا کی بار کے
 سہارے آگے بڑھنے لگا۔۔۔۔۔ وہ افریقہ کا جالاک جینا تھا اور ایسے
 مرد قہوں پر جب اس کی صلا جیتیں عود کر آتی تھیں وہ عجیب و غریب ثابت
 ہوتا تھا۔

چنانچہ وہ ان لڑکوں سے پہلے ہی اس دیوار کے قریب پہنچ گیا جس

سے وہ باہر جانے لے گئے۔۔۔۔۔ اور جیسے ہی وہ۔۔۔
دیوار کے قریب پہنچے جوزف اڑتا ہوا ان پر گرا۔

وہ سب عجیب و غریب آوازوں کے ساتھ منتشر ہو گئے اور
لڑکی ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

جوزف نے ایک کا گر بیان پکڑ لیا۔ اور پھر اس کے ایک گھوڑے سے
وہ شخص تقریباً چھوٹ دوڑ جاگرا۔۔۔۔۔ دوسرے دو جوزف سے بری طرح
چمٹ گئے۔

”ہو۔ ہو۔ ہو۔۔۔۔۔ لہو اس طرح بھی کیا یاد کر دے۔“

جوزف کے منہ سے نکلا۔ اور اس نے ان دونوں کی خاطر ناراضات شروع
کر دی۔ پھر تیسرا بھی ان میں شریک ہو گیا۔ لیکن جوزف بجلی بنا ہوا تھا وہ ان تینوں میں
سے ایک کو بھی اس کا موقع نہیں دے رہا تھا کہ وہ پستل نکال سکتے۔۔۔۔۔ اس
کے ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے چل رہے تھے۔
پھر سب زمین چاٹنے لگے۔

دوسری طرف فاسٹرنگ بن ہو گئی تھی۔ پھر ایک سیٹی سنائی دی۔ اور
اجانک جوزف سے اڑنے والے سارے جی چھوڑ کر بھاگے۔ اور دیوار سے دوسری
طرف کود گئے۔

”بھاگ گئے۔“ جوزف نے تلقاری بازی مادی اندر پھر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”تم کہاں ہو مستی۔۔۔۔۔ اے۔ تم کہاں ہو۔“ جواب دو دوسرے
باس میری کھال ادھیڑ دے گا۔“

”جوزف!۔“

دوسری طرف سے غمران کی آواز سنائی دی۔

”میں یہاں ہوں باس۔“ جوزف نے آواز دی اور عمران دوڑتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔

”کیا وہ سے لے گئے۔“

”ان کی ایسی تیزی باس۔“ مگر سستی۔۔۔۔۔۔ جوزف چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”میں یہاں ہوں۔“ اچانک ایک طرف سے فریبہ کی آواز سنا دی۔
”ابو عمران اس طرف بڑھ گیا۔“

”تم ٹھیک ہو نا۔“

”ہاں۔“ فریبہ نے حجاب دیا اور عمران اسے سہارا دیکر عمارت کی طرف لے جانے لگا۔

مفتویٰ دیہیوں وہ سب عمارت میں داخل ہو گئے۔

”مداصل۔۔۔۔۔۔ عمران بولا۔۔۔۔۔۔ مجھے لگاں بھی نہیں تھا کہ وہ یہاں تک پہنچ جائیں گے۔ درنہ میں اس کا انتظام بھی کر لیتا۔“ عمران نے افسوس سے کہا۔

”غلطی میری بھی ہے باس۔“ مگر میری غلطی بھی نہیں ہے۔“

جوزف نے کہا اور عمران اس کی شکل دیکھنے لگا۔

”میرا لشہ اکھڑ گیا ہے باس۔۔۔۔۔۔ درنہ میں ان لوگوں کو گیٹ پر چھوڑ کر تم سے پوچھنے کیوں آتا۔“ جوزف کہنے لگا۔

”خدا دفعان ہو جا۔۔۔۔۔۔ خیال رکھنا۔۔۔۔۔۔ ممکن ہے وہ دوسری کوشش کریں۔“ عمران نے کہا۔ اور جوزف مہنتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔

”خطرناک آدمی ہے اس نے ان بینوں کو بری طرح مارا ہے۔“ میرا دعویٰ ہے کہ اگر سے دو چار منٹ اور نل جلتے تو وہ اپنے قدموں سے واپس نہیں جاسکتے تھے۔ ”فریاد کہنے لگی۔

”اوہ۔“ عمران نے کہا۔ اور اس کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

ایک سرے میں پہنچ کر عمران نے دروازہ بن کر دیا۔ اور پھر ایک دیوار کے قریب پہنچ کر عمران نے ایک بٹن دبایا۔ دیوار ایک طرف سرک گئی۔ اس میں اتنا خلا دیا کہ وہاں دو آدمی با سانی اندر جاسکتے تھے۔ عمران نے لڑکی کو اشارہ کیا اور دونوں خلا میں اندر داخل ہو گئے۔ خلا میں نیچے کی طرف سیڑھیاں تھیں۔ پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اندر روشنی ہو گئی۔ شاہد کسی میکنیزم کے ذریعے ایسا ہوتا تھا۔

چند منٹ بعد وہ ایک خوبصورت تہہ خانے میں پہنچ گئے۔ عمران نے اندر داخل ہو کر روشنی کر دی۔ اور پھر دیوار پر لگے ہیلے ایک بٹن کو دبایا اور فوڈا ہی ایئر کنڈیشنڈ چالو ہو گیا۔ دروازہ ہاں کافی جھٹکا کرے میں اعلیٰ درجے کا فرنیچر موجود تھا۔ ”فریاد چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

”ابھی تک تہہ خانوں کے بارے میں اتنا تنگ سنی ہی رہی ہوں۔ لیکن آج پہلی بار کسی تہہ خانے کو دیکھ رہی ہوں۔“ وہ کہنے لگی۔

”بیٹھو۔“ عمران نے کہا۔

”اب اگر یہاں ایک پوری فوج بھی آجائے تو اس تہہ خانے کو تلاش نہیں کر سکتے ہیں۔“

”اوہ۔۔۔“ یہ سب کچھ کیا ہے۔ میں تمہارے بارے میں

صرف اتنا جانتی ہوں عمران کہ تم حکمہ سرا غرسانی کے ڈیر بیکر جنرل کے لڑکے ہو۔
خود کو بے وقوف پوز کرتے ہو۔ حالانکہ خطرناک ہو۔۔۔۔۔ لیکن میرے
دوہ دنگان میں بھی نہیں تھا کہ تم اس قدر شاندار دسائل رکھتے ہو۔
"میرے بارے میں زیادہ محنت سوچو۔۔۔ اور مجھے صرف تفصیل بتاؤ۔ تاکہ
آگے کام کیا جاسکے۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم اس طرف متوجہ کیسے ہوئے۔" فریدہ نے پوچھا۔
"رضوی کی موت سے۔"

عمران نے صاف گوئی سے جواب دیا۔
"بے چارہ رضوی۔۔۔ ۱۵ ایک سی ڈی میں آدمی تھا۔"
فریدہ افسوس زدہ لہجہ میں بولی۔
"میں تفصیل سننا پسند کروں گا۔"

عمران نے پھر کہا۔
"ہاں۔ میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں گی۔"

یہ حسد کی کہانی ہے عمران۔ ایک انسان کی دوسرے انسان سے نفرت
ایک ملک گیر خطرہ بن گئی ہے۔۔۔ ایک ایسا ملک گیر خطرہ جس کا تم شاید
تصور رکھی نہ کر سکو۔

"میرے ڈیڑھی! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے ایک سائنس دان ہیں۔ قدرت
انسان کو سب کچھ دے۔۔۔ لیکن غرور نہ دے۔ غرور اسے انسانیت کی جڑوں
سے جھٹکا دیتا ہے۔"

میرے ڈیڑھی بس انسانیت کی جڑوں سے جھٹک گئے۔ وہ ایک ڈیڑھی
سائنس دان ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ ان اطراف میں ان سے زیادہ ڈیڑھی کوئی آدمی

برود نہیں ہے۔ شاید اسی خیال نے انھیں سائنسی امور میں حکومت سے تعاون کرنے سے روکا۔۔۔ وہ اس حکومت کو اپنے قابل نہیں سمجھتے تھے پھر حکومت کا رویہ بھی ان کے ساتھ سخت ہوتا گیا۔ مثلاً یہ کہ ان کی لیبارٹری کی جیکنگ ہوتی رہتی تھی۔ حالانکہ انھوں نے کبھی کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا تھا۔ پھر ناصر کا نام سامنے آیا ان کے خیال میں ناصر بہر حال ایک بچہ تھا اس کی جتنی عمر تھی اتنا ڈیڑی کا تجربہ تھا۔ وہ دل میں اس سے حسد رکھنے لگے۔ پھر ناصر کے کارڈ نے ڈیڑی کے سامنے آئے اور حکومت کی یہ مدد سراجی انھیں ذرا بھی پسند نہ آئی انھیں ناصر سے نفرت ہوئی گئی۔ اور انھیں جب معلوم ہوا کہ ناصر نے ایک جزیرہ خریدا ہے اور حکومت کے تعاون سے وہاں ایک عظیم اشیاء لیبارٹری بنارہا ہے تو وہ اس بات کو قطعی برداشت نہ کر سکے۔ اور ناصر کو ذک پہنچانے کی ترکیبیں سوچنے لگے۔

سوچتے سوچتے ان کے ذہن میں ایک اور شخص کا خیال آیا۔ ان کا سائنسدان دوست پاپول فیوڈر تھا۔ ڈیڑی کی سچانے اس سے ملاقات کہاں ہوئی تھی۔ بہر حال انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہ آج کل بلجیم میں ہے۔ دراصل وہ سائنسدان ہونے کے ساتھ مہجرانہ ذہنیت کا مالک بھی تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں وہ ڈیڑی کی مکمل طور سے مدد کر سکتا تھا چنانچہ ڈیڑی نے اسے خط لکھ کر یہاں بلا لیا۔

فیوڈر نے ڈیڑی سے تفصیلات سنیں اور پھر ہم ناصر کا جزیرہ دیکھنے گئے۔ فیوڈر نے ناصر کا جزیرہ دیکھا اور اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ وہاں ہمارے سامنے اس کی ایک خوفناک قوت کا انکشاف ہوا اس کی آنکھوں میں ایک ہنسپاٹک قوت ہے جس سے وہ کسی کو صرف دیکھ کر مسحور کر سکتا ہے۔

دہاں اس نے اس کا مظاہرہ کیا تھا۔

بہر حال ڈیڑی کو اس کی خواہش تھی کہ ناصر کو ہر معاملہ میں نیچا دکھایا جائے اور اسے یہاں تک مجبور کر دیا جائے کہ وہ جزیرے پر کچھ نہ کر سکے۔ لیکن فیڈرڈ کچھ اور ہی سوچنے لگا تھا۔

اس کا خیال تھا کہ ناصر کو قتل کر کے اس کے جزیرے کو اپنے قبضہ میں کر لے اور یہاں کام کرے۔

اور اس کام کا مقصد عمران!۔۔۔۔۔ یہ تھا کہ وہ اس ملک پر حکومت کرے۔ وہ ناصر کے جزیرے پر اپنا تسلط کر کے یہاں کے حکام کو اپنا مطیع کرنا چاہتا تھا تاکہ اپنی پسند کی حکومت قائم کر سکے۔ اس طرح اصل حکومت تو اس کی چھگی۔ اور جب حکام سامنے ہوں گے وہ صرف اس کے مہرے ہوں گے۔۔۔۔۔ فریدہ نے بتایا۔

عمران منہ پھاڑے اس کی کہانی سن رہا تھا۔

بہر حال فیڈرڈ نے ڈیڑی سے کہا کہ وہ ان کی لیبارٹری استعمال کرے گا تاکہ ناعمر کے خلاف کام کیا جاسکے۔ اور ڈیڑی نے اسے اجازت دیدی۔۔۔۔۔

ڈیڑی حکومت سے نالاں ضرور تھے لیکن انھوں نے کبھی

کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا تھا۔ چنانچہ جب فیڈرڈ نے چند لہجہ والوں کو اغوا کر کے ان پر تجربات کئے تو ڈیڑی کو احساس ہوا کہ وہ کیا کر بیٹھے ہیں۔

لیکن اب وقت راتھ سے نکل گیا تھا۔۔۔۔۔ فیڈرڈ پوری

طرح لیبارٹری پر تسلط جما چکا تھا۔ اور ہماری حیثیت اس کے اسٹنٹس کی

سی ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ میں نے اس بات پر ڈیڑی سے

احتجاج کیا۔ ڈیڑی خود بھی شرمندہ تھے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ میں

ذیڑ روئے لے کر کہا۔

”اپنی ناکامی پر مجھے شہید یا رنج ہے جناب۔ دراصل میں نے اس کو صلاحیت کا غلط اندازہ لگا یا تھا۔“ بشپ نے کہا۔

”کیوں؟“

فیضانِ روئے کہا۔

۵۲-۵۱-۵۰

بنیل نے یو کھلائے پہرے ان از میں کہا۔ اس سے کہی حیران ہو گیا۔

”میں چاہتا ہوں کہ صرف ۲۲ گھنٹے کے اندر ایک کو برآں کر لیا جائے۔“
اس ہدایت پر سختی سے عمل کیا جائے۔“

فیڈ رو نے بھیل کی طرف رخ کر کے کہا۔

بہتر ہے جناب۔ میں انھیں ہادی کی شش کروں گا۔

پہلے اے گریزں جھکا کر کہا۔

جاتے ہیں۔ فیہ روتے حکم دیا اور باہر نکال گیا۔ پھر فیہ روتے دھڑکے اور

ہمیں آج ہی یہ کوٹھی چھوڑ دینی ہے اور اب اس طرف کا رخ بھی
خطے سے خالی نہیں ہوگا۔۔۔ چنانچہ ضروری سامان اسی وقت منتقل کرنا
شروع کر دو۔ اب ہم اپنا کام دیہی رہ کر مکمل کریں گے۔۔

جیڑا اور آگن نے کہا۔ اور پھر وہ سب وہاں سے مشکل گئے اور اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔۔۔

فیڈر بھی اس جگہ سے سکا ہوا۔ اور اب وہ پائشی عمارت کی طرف جا رہا تھا۔
اس کے چہرے پر غیب سے تاثرات تھے

کھوڑی دیر کے بعد اس نے پرد فیسر کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ جن
منٹ بعد دروازہ اندر سے کھل گیا۔ اور پرد فیسر نے اسے دیکھ کر راستہ چھوڑ دیا
اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ اس کی نظریں پرد فیسر کے چہرے پر لگی ہوئی تھیں۔ ایک
جھرجھری لیکر پرد فیسر اسے دیکھنے لگا۔ اس کا ذہن اس وقت آزاد تھا۔
"کیا بات ہے۔ اس وقت تم یہاں کیوں آئے ہو۔ اور -- مجھے کیوں
جگا رہا ہے۔"

پرد فیسر نے ایک دفعہ میں ذرا سوال کر ڈالے۔
"بات بگڑ گئی ہے پرد فیسر۔ میرا کمیل جب تک میں اکیلا کمیل رہا تھا۔
کھٹیک چل رہا تھا۔ لیکن اب میرے آدمیوں سے غلطی ہو گئی ہے۔"
فیڈر نے کہنے لگا۔

اوہ۔ تو اب کیا ہوگا۔ پرد فیسر نے غور سے اس کی شکل دیکھنے شروع کی۔

کیا۔

میں نے فریڈ کو عمران کے پاس بھیجا تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ عمران
کو پھانسی کر اسے ہیر قوف بنالے گی۔ ٹیپ ٹاپ ٹاٹ کلب میں وہ
عمران سے ملی میرے آدمی اس کی نگرانی کر رہے تھے۔ لیکن عمران اسے لے
اٹا اور اب وہ کسی نامعلوم جگہ پر ہے۔ ٹیپ ٹاپ سے وہ اسے جس عمارت
میں لے گیا تھا وہ میرے آدمیوں نے ریڈ کیا تھا۔ لیکن ناکام رہے تھے۔
پھر انھوں نے مجھ سے مدد مانگی۔ لیکن اس سے قبل کہ ہمارے مزید آدمی
وہاں پہنچیں وہ ایک عجیب ساخت کی کار میں بیٹھ کر وہاں چل پڑا۔

ہمارے آدمیوں نے اس کا تعاقب کیا لیکن کار راکٹ کی طرح
دوڑتی ہوئی نظروں سے غائب ہو گئی۔

ان کا کہنا ہے کہ انھوں نے اتنی تیز رفتار کار کبھی نہیں دیکھی۔
”اوہ؟“ پرو فیسر کے چہرے پر بجائے کیوں سکون سا پھیل گیا۔
”تم تو خوش ہو گے پرو فیسر۔“ متھاری تو دلی خواہش یہی تھی۔
”نہیں خطرہ کیوں ہے۔“ کیا وہ تمھارے ٹرانس سے آزاد ہو سکتی
ہے۔“

پرو فیسر نے اس کی بات کا جواب دیے بغیر پوچھا۔
”ناممکن ہے۔“ بہر صورت ان خطرناک حالات کے تحت اب اپنا
بچاؤ کرنا ضروری ہو گیا ہے چنانچہ اب ہم یہ کیسٹھی چھوڑ رہے ہیں۔“
فیڈرول نے کہا۔

”مم۔۔۔ میں۔۔۔ بھی۔“

پرو فیسر ہلکایا۔

”ہاں۔“ تم تو میری ڈھال ہو پرو فیسر۔۔۔۔۔ اور پھر میزبان
بھی ہو۔ تمھارے بغیر میں کہاں جاسکوں گا۔ تم میرے ساتھ چلو گے
اور اس وقت میرے ساتھ رہو گے جب تک میں حالات پر قابو
پالوں۔“

”مم۔۔۔ مگر۔۔۔“ پرو فیسر نے پرو فیسر نے کچھ کہنا چاہا۔

”کچھ نہیں۔ تم میرے ساتھ چلو گے۔“

فیڈرول نے کہا۔۔۔۔۔ اور پرو فیسر کی آنکھوں کی طرف
دیکھنے لگا۔ اور پرو فیسر خود اسی ہنساٹا میز ہو گیا۔



پر وغیرہ اور ایک خاموشی سے بند دلگ کاٹچ میں داخل ہوئے۔ ناظر
اس وقت موجود نہیں تھا۔ - انھوں نے سیدھا لیبارٹری کا رخ کیا۔ پھر
لیبارٹری سے ون پون گھنٹہ کے بعد باہر نکلے۔ - - - - ان کے پاس
ایک چھوٹا سا پیکٹ تھا۔ لفٹ سے انکروہ اندر عمارت میں داخل ہوئے اور
پھر ایک کمرے میں پہنچ کر انھوں نے لباس تبدیل کیا۔ لباس تبدیل کر کے
انھوں نے پیکٹ سے مختصر ساٹان نکال کر اپنے سوٹ کے جیبوں میں رکھا
اور پھر بند دلگ کاٹچ سے نکل آئے۔ عمارت سے محفوظی دور پہنچ کر انھوں
نے ایک ٹیکسی روکی۔ اور اس میں بیٹھ گئے۔

”برہنہ روٹو۔“

انھوں نے ڈرائیور کو حکم دیا اور ٹیکسی چل پڑی۔ - بڑے میاں
کے چہرے پر ایک عجیب سی سنجیدگی تھی۔ نہ جانے وہ کیا سوچ رہے تھے۔

راستے میں انھوں نے اپنی جیب سے ایک شبیٹی نکالی۔۔۔۔۔ شبیٹی میں ایک کیپسول تھا جس میں عجیب سی چمک تھی۔ بڑے میاں نے کیپسول منہ میں ڈال لیا۔۔۔ اور پھر کافی دیر تک اس طرح منہ بندے رہے جیسے انھیں شدید تکلیف برداشت کرنی پڑ رہی ہو۔

اس کے بعد ان کا چہرہ پر سکون ہو گیا۔۔۔۔۔ بریٹھ روڑ میں داخل ہوئے ہی انھوں نے ڈرائیور کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور ڈرائیور نے ٹیکسی سڑک کے کنارے لگا دی۔ اور بڑے میاں نے پرس سے ایک نوٹ نکال کر اس کے حوالے کیا اور آگے بڑھ گئے۔

ڈرائیور تعجب سے نوٹ دیکھنے لگا۔ بڑے میاں کافی دور تک پیپل چلتے رہے پھر ایک جگہ رک کر انھوں نے چاروں طرف دیکھا۔

وہ کوکھٹی الجھی کافی فاصلہ پر تھی جس میں انھیں جانا تھا وہ پھر چلنے لگے۔ اب انھوں نے سڑک چھوڑ دی تھی۔ اور طویل چکر کاٹ کر چل رہے تھے۔

لیکن کوکھٹی سے تھوڑی دور پہنچ کر وہ ٹھٹھک گئے۔ انھیں ایک آدمی نظر آیا جس کا انداز کچھ عجیب سا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کوکھٹی کی نگرانی کر رہا ہو۔

بڑے میاں اسے دیکھتے رہے پھر وہ واپس پلٹ پڑے۔ اگر وہ اس راستے سے گزرتے تو ان کا دیکھ لیا جانا یقینی تھا۔ اور وہ کسی وجہ سے یہ نہیں چاہتے تھے۔

ویسے وہ سوچنے لگے تھے کہ یہ کون تھا۔

اس بار انھوں نے سڑک کی دوسری طرف سے ٹرائی کی۔ اس طرف سے

براہ راست کو کھٹی کے عقب میں پہنچا جاسکتا تھا۔۔۔۔۔ لیکن یہاں بھی انہیں
ماریسی ہوئی۔ اس طرف بھی چند آدمی موجود تھے۔

”یہ تو بڑی مصیبت ہے۔“

بڑے میاں نے سوچا۔ پوری کو کھٹی تو ان لوگوں نے گھیر رکھی ہے۔
اب میری کہاں گنجائش ہے۔ وہ بڑبڑاے۔ پھر لیٹے۔

بہر حال راستہ یہ۔ اگر ناہی ہوگا۔ پھر وہ کچھ اور آگے بڑھے۔۔۔

اب وہ تینوں آدمی انہیں صاف نظر آنے لگے تھے جو چن پتھروں کی اڑی میں
بیٹھے ہوئے تھے ان کے جسموں پر عمدہ لباس تھے۔ لیکن شاید وہ کافی دیر
سے یہاں بیٹھے تھے اس لئے ان کے لباس شکن ۲ لید ہو گئے تھے۔ بڑے
میاں نے اپنی نظر میں ان پر گاڑ دیں اور چن منڈ کے بعد ان میں ایک دیکھا۔
اپنی جیب ٹٹولنے لگا۔ اس کی جیب سے اس کا قلم نکل رہا تھا اس نے لپک
کر قلم پر پانچہ مارا۔ لیکن وہ اچھل کر دوڑ جاگرا۔ اس نے دوسرے ساتھی
سے کچھ کہا۔ جسے بڑے میاں نہیں سن سکے۔ پھر وہ شخص آہستہ سے اپنی جگہ
سے اٹھا۔ اور اس نے پھر قلم پر جھپٹا مارا۔ لیکن قلم وہاں سے بھی اچھل
کر اور دوڑ جاگرا۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے آدمی کی جیب سے پستول
باہر نکل آیا۔

اور پھر تو ان لوگوں پر مصیبت ٹوٹ پڑی۔ کسی کی جیب سے پرس باہر
نکل آیا تھا اور کسی کے سر سے فلیٹ ہیٹ اتر کر دوسرے کے سر پہنچ جاتی
تھی۔ پھر قریب ہی ایک پتھر اپنی جگہ سے اڑ کر ان میں سے ایک کی گھوٹ پڑی
پڑے۔۔۔ اور وہ سب اٹھ کر بھاگنے لگے۔ انہوں نے پیچھے پلٹ کر بھی نہیں
دیکھا۔ پروفیسر ڈارک کا ہینا ٹیزم بالکل کامیاب رہا تھا۔

اپنے ایک دوست عمران صاحب سے مل کر یہ تمام حالات بتا دوں گی۔۔۔ اور
ڈیڑی اس پر تیار ہو گئے۔۔۔۔۔ اکھنوں نے مجھے تم سے ملنے کی اجازت
دی۔۔۔۔۔ لیکن فیڈر روئے یہ سب کچھ سن لیا تھا۔ چنانچہ
اس نے میرے اور ڈیڑی کے ذہن کو اپنے تسلط میں کر لیا۔

وہ صرف آنکھوں سے ہیناٹا ٹائزر کر لیتا ہے۔ لیکن خصوصیت یہ ہے
ہیناٹا ٹائزر ہونے والا اپنے شعور میں بھی رہتا ہے۔ وہ سب کچھ سوچ سکتا ہے
لیکن اس کی زبان۔ اس کے اعضاء صرف وہی کرتے
ہیں جس کے لئے وہ فیڈر رو کا اشارہ دیتا ہے۔۔۔۔۔ چنانچہ جب تم
پہلی بار ہمارے یہاں آئے تو میں تمہیں فوراً پہچان گئی۔ لیکن میری زبان
نے تم سے اجنبیت کا اظہار کیا۔۔۔۔۔ یہ ہے کل داستان۔ وہ
فریبہ نے کہا۔

عمران چند منٹے سکے کے عالم میں رہا۔۔۔۔۔ فیڈر رو اس کی نگاہوں
کے سامنے مجرم تھا۔ لیکن وہ اس قدر خطرناک اور گہری سازش کر رہا تھا اس
کا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پھر وہ دافعات کی کڑیاں ملانے لگا۔ اور
ایک ایک کر دی ملتی چلی گئی۔

فریبہ خاموشی سے عمران کی شکل دیکھتی رہی۔

”اب میرے چند سوالات کا جواب دو۔“

”ضرور۔ سب کچھ پوچھ ڈالو۔ اس وقت سے پہلے جب میں

اس کے تسلط میں دوم بارہ پہنچ جاؤں۔“

”نہیں فریبہ۔ اب ایسا نہیں ہو سکے گا۔“

عمران نے کہا۔

”مجھے خود حیرت ہے کہ آخر تم نے میرا ذہن کیسے آزاد کر لیا۔“
 ”میں نے تمہارا ذہن نہ صرف آزاد کر لیا ہے بلکہ اب وہ اس کے قبضہ
 میں کبھی نہیں جاسکے گا۔“

”مجھے تعجب ہے۔۔۔۔۔ غیر چھوڑ دو۔۔۔ تم کیا سوال
 پوچھنا چاہتے ہو۔“

”ممبر ۱:-“ رضوی کہیوں قتل کیا گیا۔ اور کیا اس کے قتل میں
 پروفیسر کی رضامندی شامل تھی۔“

”ذرا برابر نہیں۔۔۔۔۔ بلکہ اس کے قتل پر تو ڈیڑی کی سمجھوت
 ہو رہی تھی۔ وہ ان کا نہ صرف اسٹنٹ تھا بلکہ ہونا ہمارا شاگرد بھی
 تھا۔ ڈیڑی نے رضوی کو بہت کچھ سکھایا تھا۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ لیہ میں پوچھ رہا تھا کہ کم از کم اس قتل پر روشنی ڈال سکتی ہو۔“
 ”میں بتا رہی ہوں۔۔۔۔۔ یہ سب کچھ فیڈر کی زبانی معلوم ہوا تھا
 ۔۔۔۔۔ ایک بات میں تمہیں اور بتا دوں ممکن ہے وہ تمہارے لئے
 دلچسپ ہو۔۔۔۔۔ فیڈر دوسرے دن یا اس وقت جب کہ فیڈر اس
 کے پیٹ میں کھلا رہی ہوئی تھی ہمارے ذہن آزاد کر دینا تھا اور اس وقت
 ہم اس سے گفتگو کر رہے تھے۔ اور وہ اپنے کارنامے سنا تا تھا۔“
 ”ہوں۔۔۔۔۔ عموماً نے گردن ہلائی۔“

”ہم لڑگوں سے فیڈر کو خطرہ پہنچا دیا تھا۔ چنانچہ اس نے ہمیں اپنا
 غلام بنا لیا تھا۔ اور غلام بن جانے کے بعد۔۔۔۔۔ ہم صرف اس
 کے ذہن سے سچ سچ کہتے تھے۔ اور ہماری اپنی صلاحیتیں بیکار ہو کر رہ
 جاتی تھیں۔ چنانچہ اس نے ہماری صلاحیتیں اپنے قبضہ میں کر لے کے

یعنی رضوی سے کام لینا چاہا۔ اس کا خیال تھا کہ رضوی ڈیڑھی کا اسٹینٹ ہونے کی وجہ سے کافی درد دے سکے گا۔

اس کا یہ خیال غلط بھی نہیں تھا۔۔۔۔۔ رضوی کو چونکہ حقیقت نہیں معلوم تھی وہ ڈیڑھی کے احترام کی وجہ سے اس کا بھی احترام کرنے لگا۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ اسے فیڈ رو کے غیر قانونی کاموں میں حصہ لینا پڑا۔۔۔۔۔ یہ غیر قانونی کام غریب۔۔۔۔۔ لڑکوں کو پکڑ داکر ان بد بخت بات کر رہا تھا۔

ایک خاص قسم کا تجربہ جس کے ذریعہ وہ لڑکوں بے انتہا طاقتور بناتے تھے۔۔۔۔۔ اور ان کے دماغ بالکل ناکارہ ہو جاتے تھے وہ صرف وہی کر سکتے تھے۔ فیڈ رو چاہتا تھا۔۔۔۔۔ اس کے بعد اس کی زندگی مشکل ہو جاتی تھی۔

بہر حال رضوی کو یہ کام سخت ناپسند تھا۔ چنانچہ ایک رات وہ بھاگ نکلا۔ فیڈ رو کے تجربہ کے شکار ایک لڑکوں نے فیڈ رو کے اشارے پر اس کا تعاقب کیا اور اسے قتل کیا۔ وہ فریدہ نے بتایا۔

”ہیں۔۔۔ ان لڑکوں کو کس طرح پکڑا جاتا ہے۔“

ڈیڑھی کا پہلے ایک گینگ تھا۔۔۔ جس کا سردار ایک خطرناک آدمی جو کہ ہے۔ یہ شخص کہیں باہر سے آیا ہے اس کے گردہ میں ۳۰-۳۲ آدمی ہیں۔ اس وقت بھی یقیناً اتنے ہی لیڈ ہیں گے۔ بہر حال پہلے وہ ڈیڑھی کا حقدار تھا اور اب فیڈ رو کا۔۔۔۔۔ ممکن ہے اس کا ذہن بھی فیڈ رو نے اپنے قبضہ میں کر لیا ہو۔ بہر حال لڑکوں اس کے

آدمی اشرا کے لستے ہیں۔

”گہریلے کا کیا قصہ تھا۔“

”وہ گویلا جو ناصر کے جزییرے پر چھوڑا گیا تھا۔“

”ہاں۔“

”وہ دنیا رو کا ایک تجربہ تھا۔ اس نے چڑیا گھر سے ایک بچہ چوری کر لیا تھا

اور اس پر تجربہ کر کے اسے ایک مکمل خوشنک گہریلا بنا دیا تھا پھر اسے کچھ انجکشن

دیکر خوشوار بنا دیا گیا تھا۔ پھر ناصر کے جزییرے پر پہنچا دیا گیا۔“

”اس کا مقصد کیا تھا۔“ عمران نے پوچھا۔

”صرف دہشت گردی۔۔۔ اس کا خیال تھا کہ وہ یہاں زیادہ سے

زیادہ دہشت پھیلا کر پولیس اور دوسرے لوگوں کو الجھائے اور اس دور

دہ اور اس کے آدمی اپنا کام کرتے رہیں۔“

فرید نے بتایا۔ ”وہ بے انتہا مغرور ہے۔۔۔۔ اپنے آئے

سب کو میچ سمجھتا ہے۔۔۔۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ جب ضرورت محسوس

کریے گا۔۔۔ تم لوگوں کو قتل کر دے گا۔ لیکن اگر اس نے ابھی تم لوگوں کو قتل کر دیا

تو بقول اس کے کام کرنے کا لطف جاتا رہے گا۔“

عمران نے گردن ہلاتی ہوئی اور پھر بولا۔

”اور کوئی خاص بات جیرہ گئی ہو۔“

”صرف ایک۔“

”وہ کیا۔“

”اب اسے ہی شہ ہر گیا ہے کہ ڈیٹائی کی لیبارٹری مخدوش ہو گئی ہے

چنانچہ اس نے اب اپنا انتظام بھی شرع کر دیا ہے۔“

”اوہ۔۔“

”ہاں۔۔ اس نے کچھ مشینیں منتقل بھی کر دی ہیں جن سے اسے کام میں

زیادہ مدد مل سکتی ہے۔“

عمران کو ناصر کے وہ الفاظ یاد آ گئے جو اس نے کہے تھے

”یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ کہاں گیا ہے۔“

”نہیں یہ نہیں معلوم ہو سکا۔۔۔۔۔ اس نے بتایا ہی نہیں۔۔“

میرا خیال ہے وہ اس معاملہ کو بہت پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔“

فریدہ نے کہا۔

”ظاہر ہے۔۔ یہ اس کی آئینہ کار دہائیوں کا راجہ سہارا ہے۔“

اس کے بعد بھی کافی دیر تک عمران فریدہ سے مختلف معلومات حاصل

کرتا رہا۔

پھر وہ خاموش ہو گئے۔

اب میرے بارے میں تم فیصلہ کر دو فریدہ۔۔۔۔۔ ویسے تم مجھ تک

اتفاقاً تو آتی نہیں تھیں۔“

”نہیں۔۔۔۔۔ اس نے مجھے بھیجا تھا تاکہ میں تمہیں پچاس سکوں

اس نے مجھے بارائیت کی تھی کہ میں ایسی گفتگو کروں جس سے تمہیں یہ اندازہ

ہو جائے کہ ڈیڑی غلط راہوں پر نکل گئے ہیں۔۔۔ وہ کمبخت ڈیڑی کو

بھینسا نا چاہتا ہے۔“

فریدہ نے کہا۔

”تب پھر تم اپنے ڈیڑی کے پاس مت جاؤ فریدہ۔۔۔۔۔ وہ

کسی بھی وقت تمہارے ذریعہ تمہارے ڈیڑی کو مجبور کر سکتا ہے۔ تمہیں

اس وقت تک ان کے پاس نہیں جانا چاہیے جب تک میں اس کا قلع قمع نہ کر دوں۔

”میں تمھاری ہدایت پر عمل کروں گی۔۔۔ بے شک ڈیڑی نے ایک مذموم حرکت کی ہے۔ لیکن وہ اس کی کافی سزا بھگت چکے ہیں۔۔۔ اور اب شرمندہ ہیں۔“

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اب جبکہ قدرت نے مجھے تمھارے پاس بھیجی رہا ہے تم ڈیڑی کے لئے کچھ کر دو۔

”فکرت کر دو۔۔۔ میں پروفیسر صاحب کی بچالوں کا۔“

”میں تمھاری زندگی بھر مشکور رہوں گی تمہارا صاحب!“

فریاد نے کہا اور اس کی آنکھوں میں آنسو ڈھبایا۔

عمران گڑن جھکا کر کچھ سمجھنے لگا۔ پھر بولا۔

”یہ انتہہ خانہ بالکل محفوظ ہے۔۔۔۔۔ لیکن بہر حال تمھیں یہاں

نہیں چھوڑ دینا چاہیے۔۔۔۔۔ بلکہ وہ سری جگہ منتقل کروں گا۔ وہاں

تمھیں اس وقت تک چپ چاپ رہنا ہوگا جب تک میں چاہوں۔“

اس نے کہا۔

”میں کہہ چکی ہوں کہ میں تمھاری ہدایت سے مرعوب و مرقب نہیں کروں گی۔“

فریاد نے اسے یقین دلایا۔

”کھینک ہے۔ اٹھو۔“ عمران نے کہا۔ اور پھر وہ باہر نکل آیا۔

اس نے جو زف کو بلا کر وہ گاڑی نکالنے کے لئے کہا جو خاص خاص موقعوں پر استعمال ہوتی تھی۔

یہ گاڑی کیا۔۔۔۔۔ ایک ٹینک۔۔۔ یا انتہائی خطرناک

منہمایا سبکی جاسکتی تھی۔۔۔۔۔ وہ پوری طرح بلبٹ پر دف تھی۔۔۔۔۔
اور عام گاڑیوں سے کہیں زیادہ تیز رفتار تھی۔

کھنڈہ ڈی دیر کے بعد وہ رانا پولیس سے نکل گئے۔

بامرنگی کر عمران نے کار انتہائی رفتار پر چھوڑ دی۔۔۔۔۔ کافی گزر گئی تھی۔

سرطکیں سنسان تھیں۔ اس لئے اسے ڈرامیٹرنگ میں کوئی عذرت پیش نہیں
آ رہی تھی۔

اس صورت میں اگر کوئی گاڑی اس کار کا تعاقب بھی کر رہی ہو تو شاید

اس کے فرشتے بھی تعاقب پر فراہ نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس لئے عمران نے

تعاقب کی طرف کوئی ہدایان نہیں دیا۔

فریاد عجیب سی نظروں سے گاڑی کا ڈائل دیکھ رہی تھی اور اس

کا چہرہ اس کی تیز رفتار پر دھواں ہوتا ہوا تھا۔

رانا پولیس سے دانش منزل تک صرف پلٹے تین گھنٹہ کا راستہ

ثابت ہوا اور کھنڈہ ڈی دیر کے بعد وہ دانش منزل میں داخل ہو گئے۔

”اتنی شاندار عمارتیں کتنا بڑے استعمال میں ہیں۔“

فرید نے دانش منزل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

لیکن عمران نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اسے لیکر سائڈ پر وٹ کرے

میں پہنچ گیا۔

”تھیں یہاں رہنا ہوگا۔“ اس نے کہا۔

”سائڈ پر وٹ ہے شاید۔“

فرید نے مکرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اور عام آدمی اسے کھول بھی نہیں سکتے ہیں۔“

”مگر کیا۔ میں یہاں اکیلی رہوں گی۔“

اس نے پوچھا۔

”اس کا انتظام بھی کرتا ہوں۔“

عمران نے کہا اور پھر وہ وہاں سے نکل آیا۔ اس نے جو دیا کہ فری کیا اور پھر
اسی کمرے میں آگیا۔ تقریباً آدھے گھنٹہ کے بعد جو دیا اور صلیبی وہاں پہنچ گئے
اور عمران انھیں ہدایات دیکر اور فریہ کہ نسلی دیکر باہر نکال گیا۔

یہاں مکمل طور پر کام میں سکتا تھا۔ ناصر کو ثبوت کی ضرورت تھی اور وہ ثبوت فراہم کرنا چاہتے تھے۔

دو گھنٹے کے بعد انھیں لیبارٹری کے صابروں کے سامنے پرکھچہ آہٹ - سنائی دی۔ اور وہ اس کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگے جس میں وہ اس وقت موجود تھے۔ پھر ایک طرف کی دو جھپتی ان کے کام آگئی۔ اور وہ اچک کر دو جھپتی پر چڑھ گئے۔

ان میں داخل ہونے والے کئی آدمی تھے اور ان میں سے ایک ناصر کے بتائے ہوئے محلے یعنی چپٹی ناک والا آدمی بھی موجود تھا۔ بڑے میاں غور سے اسے دیکھنے لگے۔ یہی شخص تھا جس نے ناصر اور عمران کو پریشان کر رکھا تھا۔ بڑے میاں کا دل چاہا کہ گھد ان اٹھا کر پوری قوت سے اس کے سر پر توڑ دیں۔ لیکن انھوں نے صبر سے کام لیا

اس کے ساتھ دوسرے تین آدمی بھی تھے جن میں وہی ایک پستہ قد جو گر تھا جسے یہاں بڑے میاں نے داخل ہوتے وقت دیکھا تھا۔ چپٹی ناک والا کچھ غصہ میں نظر آ رہا تھا اور پھر وہ اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو۔۔۔ مخاطب کر کے ڈانٹنے لگا۔ وہ کسی کام کے غلط ہو جانے پر اسے سخت بہت کہنے لگا تھا۔

بڑے میاں نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ٹھنسا سا لیکن کافی حساس ٹیپ ریکارڈ نکالا۔ اور اسے ان کو دیا۔ وہ خود بھی غور سے ان کی گفتگو سن رہے تھے۔

گفتگو کافی معنی خیز تھی۔ کافی دیر تک چپٹی ناک والا اپنے ساتھیوں پر برساتا رہا اور پھر وہ سب باہر نکال گئے۔ بڑے میاں نیچے اتر آئے

الٹرا دھڑکتی لٹکی ہوئے رکھتے۔ سامان کی منتقلی میں کافی دیر لگی۔ اس عرصہ میں بڑے میاں اپنے دوسرے اقدام پر غور کرتے رہے۔

حالات کے سخت بالکل صاف ظاہر ہونا تھا کہ یہ سامان کسی خاص جگہ لے جایا جا رہا ہے۔ اور وہ خاص جگہ یقیناً دوسروں کی نظر سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ اس کا پتہ لگانا ضروری تھا۔

مگر کس طرح؟

یہاں اس کی کوکھی میں اب اس کا کوئی کام نہیں رہ گیا تھا۔ اس لئے بڑے میاں کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ لیکن اس کے لئے شرط یہ تھی کہ۔۔۔

ٹرک کے پچھلے حصہ میں کوئی نہ ہو۔

ٹرک پر سامان لا دیا گیا۔ اور پھر اسے ایک موٹی "تربال" سے چاروں طرف سے ڈھک دیا گیا۔

بڑے میاں نے گرگٹ کی طرح گردن ہلاتی۔ ان کے خیال میں اب وہ لوگ چلنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ شکر کی بات یہ تھی کہ ٹرک کے پچھلے حصہ میں کوئی نہیں چڑھا تھا۔ بڑے میاں نے احتیاط سے کیمروہ جیب میں رکھا اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔

اسی وقت ٹرک اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ اور بڑے میاں تیار ہو گئے۔ نیچے دوسرے لوگ بھی موجود تھے لیکن یہ خطرہ تو مول لینا ہی تھا۔ بڑے میاں کے ذہن میں ان لوگوں کے خلاف ثبوت حاصل کرنے کا بھوت صراٹھا تھا۔ انھیں ناصر کی پریشانی کھل رہی تھی۔ اور ناصر کے لئے وہ اپنے جسم کا ایک ایک رداں کاٹ کر دے سکتے تھے۔ ناصر انھیں اپنی زندگی سے زیادہ عزیز تھا۔ اس نے بڑے میاں پر ایک ایسا ہی احسان کیا تھا۔ بہر صورت

عابریٹے میاں ناصر سے کس طرح اور کہاں ملے۔ انشاء اللہ اس سلسلہ میں مکمل کہانی کئی ناول میں پیش کی جائے گی۔ (ایچ اقبال)

کرنے لگا۔

چند منٹ کے بعد کئی آدمی عمارت سے باہر آئے اور ترپال ہٹا کر سامان اتارا جانے لگا۔ ۔۔ بڑے میاں بارستور اپنی جگہ چھپے رہے اور پھر حسب ٹرک کا تمام سامان ازگیا لودہ دوبارہ اس ٹرک ہو کر عمارت کی پشت کی طرف چلا گیا۔

گویا اس طرف اس کا گیرج ہے۔ ۔۔
بڑے میاں نے سوچا۔

وہاں انھیں کافی دیر تک رکنا پڑا۔ اور جب باہر ایک بھی آدمی موجود نہیں رہا تو بڑے میاں نے اپنی جگہ سے نکلنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن اس وقت انھیں گیٹ سے کسی کار کی ہیل لائٹس نظر آئیں۔ اور وہ اپنی جگہ چھپ گئے۔

کار اندر آگئی اور اس میں سے تین آدمی نیچے اترے۔ ان میں ایک فیڈر تھا۔ دوسرا پروٹیسر عابد تھا۔ اور تیسرا جوگر تھا۔ فیڈر اور پروٹیسر اندر چلے گئے اور جوگر کا ربیکر عمارت کی پشت کی طرف چل پڑا۔
بڑے میاں نے گردن ہلائی۔ اور اپنی جگہ سے نکل آئے پھر وہ جھاڑوں کے سہارے سہارے عمارت کی پشت پر پہنچ گئے۔ ۔۔ اور وہاں سے دوسری طرف نکل آئے۔ وہ پوری عمارت کا اچھی طرح جائزہ لینا چاہتے تھے۔
تقریباً بیس منٹ میں وہ اپنے کام سے فارغ ہو گئے اور پھر وہ عمارت میں داخل ہو گئے۔

عمارت کا باہر سے جائزہ لینے کے دوران انھوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ انھیں اندر داخل ہونے میں کس طرف سے آسانی ہوگی

یہ ایک چھوٹی بلخیر کو اردوں کی کھڑکی تھی جو زمین سے تقریباً پندرہ فٹ اونچی تھی۔ کھڑکی کے نیچے ایسی کوئی چیز نہیں تھی جس کے ذریعہ اوپر پہنچا جاسکے۔ لیکن اس وقت بڑے میاں کو کسی ایسی چیز کی ضرورت بھی تھی۔ انھوں نے قرب و جوار میں دیکھا اور پھر نیچے جوڑ کر اوپر چھلانگ لگائی۔ اندازہ دراز زیادہ ہی ہو گیا تھا اس لئے وہ کھڑکی سے کافی اونچے پہنچ گئے اور وہ بارہ نیچے آ گئے۔ لیکن دوسری چھلانگ اندازہ کے مطابق ہی رہی۔ اور وہ کھڑکی پر پہنچ گئے۔ دوسرے لمحہ وہ کھڑکی میں بیٹھے بنری کی طرح دانت نکال رہے تھے۔ انھوں نے دوسری طرف کا جائزہ لیا۔ وہ ایک کمرہ تھا جس میں گرد و مٹی کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا۔ کمرے کا دوسری طرف کا دروازہ بھی نہیں تھا۔ سامنے براہداری نظر آ رہی تھی۔ بڑے میاں اس دروازے سے نکل کر باہر نکل آئے۔

پہلی منزل میں روشنی بھی تھی۔ اور بات چیت کی آواز میں بھی رہی تھیں۔ بڑے میاں پاؤں دبا کر چلتے رہے تاکہ آواز پیدا نہ ہو سکے۔ لیکن ان کے چلنے سے ویسے بھی کسی آواز کے پیدا ہونے کا خطرہ نہیں تھا کیونکہ اس وقت ان کا کوئی وزن نہیں تھا۔

کچھ وہ نیچے اترنے کا زمینہ تلاش کیے لیکن حالانکہ اس وقت انھیں کسی زمینے کی ضرورت نہیں تھی۔ تاہم احتیاط بھی ضروری تھی۔ وہ ایک باہاری سے گزر کر دوسری راہداری کے قریب پہنچے۔ یہاں نیچے اترنے کا زمینہ تھا۔ لیکن اچانک انھیں عجیب قسم کی آواز سنا دی اور وہ چونک کر رہ گئے۔ دوسرے لمحے سانس بند لگا ہوا پسند ان کے ہاتھ میں آ گیا اور وہ آواز کی سمت کا اندازہ کیے لگے۔

آواز پھر بھی نہ آئی۔ انھیں سمجھ نہ ہو گئی۔ یہ آواز راہداری

کے پہلے کمرے سے آرہی تھی۔ وہ کمرے کے قریب پہنچ گئے۔ یہ ایک بہت بڑا اور مضبوط دروازہ تھا۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی اس دروازے کو کھترج رہا ہے۔

بڑے میاں کو شہر باجیرت ہوئی۔ وہ کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگے جہاں سے کمرے کے اندر دیکھا جاسکے۔ اور ایسی جگہ تلاش کرنے میں انھیں کوئی خاص وقت نہیں ہوئی۔ ایک طرف ایک کھڑکی لگی ہوئی تھی جس میں ٹوٹی ہوئی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔

بڑے میاں نے کھڑکی سے اندر دیکھا اور پھر ایک دم ٹھٹھک کر رہ گئے۔ اندر چارہ پانچ انسانی سائے نظر آئے تھے۔ چونکہ تاریکی تھی اس لئے سائے صاف نظر نہیں آرہے تھے۔ انھوں نے ایک لمحہ کے لئے کچھ سوچا اور پھر عجیب سے ایک عجیب ساخت کی ٹارچ نکالی۔ اور ٹارچ کی روشنی اندر کمرے میں ڈالی۔ اور بڑے میاں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

وہ پانچ آدمی تھے۔ لیکن کیا وہ انسان تھے۔ ان کے جسم پر جھٹھڑے جھول رہے تھے۔ بظاہر وہ سو فیصدی انسان تھے لیکن ان کے چہرے دیکھ کر بڑے میاں کی گھٹلی بن گئی۔ مشکل تمام ان کی سانس قابو میں آئی۔ اور مشکل سے وہ ٹارچ سنبھال سکے۔

پھر وہ تیزی سے زمین کی طرف بڑھنے لگے۔ کوئی بھی ہوں وہ بھوت نہیں ہو سکتے تھے۔ بھوت ہوتے تو بڑے میاں کو اس طرح نہ چھوڑ دیتے۔ ہمت کر کے وہ پھر آگے بڑھے۔ نیچے کئی کمروں میں روشنی تھی۔ اور وہ ان کمروں کا جائزہ لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے سب سے پہلے کمرے میں کی ہوں سے اندر جھانکا۔ اندر ایک صوفے پر پردہ فیسر عابد

اور فیڈ رو میٹھے ہوئے لیختے۔ ایک دوسرے صوفے پر جو گر بھی تھا۔ برٹے میا
 نے گردن ہلائی اور آگے بڑھنے لگے۔ پھر وہ دوسرے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے
 کافی دور نکل آئے۔ اس وقت وہ ایک کمرے کے سامنے سے گزر رہے
 تھے۔ کہ اچانک ایک طرف سے قایموں کی آواز سنائی دی۔ اور وہ اچھل
 پڑے۔

انھوں نے گھبرائے ہوئے انداز میں چاروں طرف دیکھا اور پھر چمپنے کی
 کوئی جگہ نہ پا کر اسی دروازے میں گھس گئے جس کے قریب کھڑے تھے۔
 انھیں نہیں معلوم تھا کہ اس کمرے میں کیا ہے جس میں وہ کھڑے ہیں۔ قدموں
 کی آہٹ اسی کمرے کے سامنے آ کر رہی۔ اور برٹے میاں کو اڑوں کے بالکل
 نزدیک کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے سانس روک لی تھی۔ تاکہ اس کی باز
 گشت نہ سنائی دی جائے۔

پھر وہ دروازہ کھلنے لگا جس کے پیچھے وہ کھڑے تھے۔



”میلو! دوسری طرف سے آواز آئی۔“

”میں عمران بول رہا ہوں۔“

"یس عمران صاحب - خیریت -"

ناصر نے پوری طرح متوجہ ہو کر کہا -

"کیا کر رہے ہو -"

"لیبارٹری میں مصروف ہوں -"

ناصر نے جواب دیا -

"تمام مصروفیتیں چھوڑ کر یہاں آ جاؤ -"

"کہاں -"

"قلیب پور -" میں انتظار کر رہا ہوں -"

عمران نے کہا - لیکن اوپر لے کے لے عقیقہ راستہ استعمال کرنا -"

"بہتر ہے -" ابھی حاضر ہوا -"

ناصر نے جواب دیا -

دوسری طرف سے فون بند ہو گیا - ناصر کی پیشانی پر شکلیں پڑ گئیں -

حضور کوئی خاص بات تھی - ممکن ہے وہ پروفیسر ڈارک سے متعلق ہو -
پروفیسر ڈارک کل اسی وقت سے غائب تھے جب وہ جزیرے سے آئے
تھے -

ناصر نے ہر ممکن جگہ انھیں تلاش کر لیا تھا لیکن بڑے میاں کا کہیں

..... پتہ نہیں تھا - اور اب ناصر ان

کے لئے پیریشان ہو رہا تھا - اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بڑے میاں
کہاں جا سکتے ہیں - یا وہ انھیں کہاں تلاش کرے - اس وقت
بھی لیبارٹری میں بیٹھا ہوا وہ یہی سوچ رہا تھا کہ - - - - - عمران کا -

فون آیا -

پھر وہ نیچے آیا جہاں اکراں نے لباس تبدیل کیا۔۔۔۔۔ اندر
 پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر بنڈو ننگ کا کچ سے نکل آیا۔
 کل کے حملہ کے بعد سے وہ محتاط ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ چنانچہ راتوں رات
 اس نے گاڑی میں کچھ تبدیلیاں کر دی تھیں۔
 اور ان تبدیلیوں میں وہ لڑ بھی تھا جو نعتاب سے باخبر کر دیتا
 تھا۔

ناصر کی کار تیز رفتاری سے جا رہی تھی لیکن سراسر اسان آلہ خاموش
 تھا اس کا مقصد تھا کہ نعتاب نہیں ہو رہا ہے۔ اس لئے وہ اطمینان سے
 چلتا رہا۔

اور پھر عمران کے خلیفہ کی پشت دلی گلی میں اس نے کار روک دی۔ اور
 نیچے اتر آیا۔

عجیبی زمینوں سے گزر کر وہ ادھر پہنچ گیا۔ کال پیل بجانے پر صلیبان نے
 دروازہ کھول دیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔
 عمران ایک عودنے پر بیٹھا اور نگاہاں تھا۔
 ”ہیلو۔ عمران صاحب۔“

ناصر نے کہا اور عمران چونک گیا۔
 ”کیا رات نہیں سوئے دیکھتے آپ؟“
 ناصر مسکرا کر بولا۔
 ”یہی سمجھتا ہوں۔“

”ضرور کئی خاص بات ہے۔“
 ”بلکہ خاص باتوں کی دلدل صاحب سمجھ لیں۔“

”آپ نے لفظ کی ” استعمال کیا ہے اس لئے آپ انھیں دالہ صاحبہ کہہ سکتے ہیں۔“

ناصر پر مذاق لہجہ میں بولا۔

”اے ہا میں۔ تمھیں بھی لفظوں کی درستگی کا دورہ پڑ گیا۔“

عمران نے انھیں نکالیں۔

”آپ کی صحبت میں کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہیے۔۔۔۔۔ خیر۔۔

اب کام کی باتیں شروع کر دی جاؤں۔۔۔۔۔ آپ نے مجھے کسی خاص کام کے لئے بلا یا ہے۔“

ناصر نے کہا۔

”بالکل۔“

عمران سنجیدہ ہو گیا۔ پھر کہنے لگا۔

”یہ سب سمجھ لو کہ تمام عقوہ حل ہو گیا ہے اور اس انکشاف کی بدولت

میں یہیں فیصلہ کرتا ہوں کہ اب یہیں کیا کرنا چاہیے۔“

ناصر خاموشی سے عمران کی شکل دیکھتا رہا۔

”اب میں داستان حیرت ناک۔ اور حیرت کان۔ شروع کرتا ہوں

غیر سے سزا اور غیرت پکڑو۔“

عمران نے کہا۔

اور پھر وہ شروع سے ناصر کو تفصیل بتانے لگا۔ کہ کس طرح وہ کس ارادے

سے نکلا تھا اور اسے کہاں فریاد مل گئی۔۔۔۔۔ اور پھر اس نے کس طرح

فریاد کے ذہن کو صاف کیا۔ اور فریاد نے کیا کہانی سنائی۔

ناصر کا چہرہ شیشے کی طرح چمکنے لگا۔ اور وہ عمران کی باتیں غور

سے سنتے لگا۔

ایک ایک بات سن رہی تھی۔۔۔ اور جب عمران خاموش ہوا تو ناصر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیلے ہوئے تھے۔

”وہ بزدل ہے عمران صاحب۔۔۔ اگر اسے ایسا ہی کرنا تھا تو کم از کم مجھے آگاہ کر دینا چاہیے تھا۔۔۔ پھر میں اسے دکھانا کہ سائینس کیا چیز ہوتی ہے۔“

”بہر حال پروفیسر کی طرف سے میرا دل صاف ہے کیونکہ اسے اپنے کئے کی سزا مل گئی ہے۔۔۔ قانون اس سلسلہ میں کیا کہتا ہے مجھے اس سلسلہ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں نے اسے معاف کر دیا ہے لیکن پاؤں فیڈ روڈ!!!“

وہ میرا حریف ہے۔ اور اب سامنے آ گیا ہے۔ چنانچہ میں اسے مقابلے کا پورا پورا موقع دوں گا۔۔۔ ناصر کہتا رہا۔

”نہیں ناصر یہ مناسب نہیں ہوگا۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ فیڈ روڈ کیا۔ اس جیسے دس سائینس دان بھی سامنے آ جائیں تو تمھارا مقابلہ نہیں کر سکتے۔۔۔ فیڈ روڈ انفسانو کے تلوڑوں کی خاک بھی نہیں ہے تم نے انفسانو جیسے آدمی کو شکست فاش دی ہے۔۔۔ چنانچہ فیڈ روڈ کا مستقبل بھی میرے سامنے ہے۔۔۔ لیکن یہ ہمارا ملک ہے ان دونوں کے مقابلے میں نہ جانے کتنے بے گناہ مارے جائیں گے۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ فیڈ روڈ عزیزب لڑجواڑوں کو پکڑ کر ان پر۔۔۔ خبر بات کرتا ہے اور وہ جانوروں کی طرح ہر جالتے ہیں۔ ظاہر ہے

فیڈر کو اپنے کام کے لئے ان جیسے نہ جانے اور کتنے لڑجواؤں کی ضرورت پڑے گی۔۔۔۔۔ وہ لڑجواؤں کون ہو سکتے ہیں۔۔۔ ہمارے ہی ملک کے آدمی۔۔۔۔۔ بے قصور۔۔۔ اور بے گناہ۔

”اگر ہم اس کی فوج کی حیثیت سے انھیں قتل بھی کر دیں تو کیا ہمیں غم نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ صرف اصلی حریف پر ہاتھ ڈالا جائے۔۔۔۔۔ دوسرے لوگوں کو کوئی ضرر و کار نہیں ہو نا چاہیے۔“

ناصر سر جھٹکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

”آپ کا کہنا بھی ٹھیک ہے۔ پھر اب کیا کیا جائے۔“

”میں تو اسے مشورہ ضروری سمجھتا تھا۔۔۔۔۔ میرے خیال میں محکمہ سرائے ساتی کے کمپین فیاض کو پکڑا جائے۔۔۔۔۔ اس سے پولیس فورس بلوائی جائے۔ اور ہم اچانک پرو فیسر کی لیبارٹری پر چھاپہ مار دیں۔“

”عمران صاحب!“

ناصر عجیب انداز میں بولا۔ ”پرو فیسر کی لیبارٹری کے پاس میرے پہلے میں ان سے وہاں کے حالات چن آدمی موجود ہیں۔۔۔۔۔ معلوم کر لوں۔“

”مختار سے آدمی؟“

عمران نے حیرت سے کہا۔

”ہاں۔“

ناصر نے مختصر کہا۔

پھر اس نے جیب سے ایک فراسمیر نکال کر اس کی راڈ باہر کھینچی۔
اور کسی کو کال کرنے لگا۔

چناں مکی بن۔ دوسری طرف سے آواز آئی ر
”گئے اینڈ سنز“

”بریتھ روڈ کو کھلی کی کیا رہ پڑے۔“
ناصر نے پوچھا۔

”اوہو جناب۔ ابھی ان لوگوں نے ایک عجیب اطلاع دی ہے۔“
دوسری طرف سے جواب ملا۔

”کیا۔“

ناصر چونک پڑا۔

رات کو وہ حسب دستور نگرانی کر رہے تھے کہ اچانک ان میں سے
ایک کا قلم اس کی جیب سے نکل کر دور جاگرا۔۔۔۔۔ وہ
اسے اٹھانے کے لئے پلکا، تو وہ اور دور جاگرا۔۔۔۔۔ پھر
ایک۔۔۔۔۔ کی جیب سے پستول خود بخود نکل گیا۔ پھر اس طرح
ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔

کسی کے سر سے ہیٹ اڑ کر دوسرے کے سر پر پہنچ جاتی تھی۔
تو کسی کا پرس نکل جاتا تھا۔

وہ لوگ کافی دیر تک یہ دہشت کرتے رہے پھر خوف زدہ ہو کر
وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ناصر کے چہرے پر اضطراب نمایاں ہو گیا۔ ”یہ کب کی بات ہے۔“ اس
نے جلدی سے پوچھا۔

”رات کی خواب“

”اور مجھے اب اطلاعات مل رہی ہے۔“

ناصر خوشحالہ لہجہ میں بولا۔

مہم۔۔۔ معاف کیجیے گا جناب۔ وہ دراصل۔۔۔ لیکن ناصر نے پوری بات سنے بغیر ڈرامہ پیٹ بن کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں فکر کے آثار نظر آنے لگے۔ اور عمران تعجب سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا ہوا۔“

”اوہ۔ عمران صاحب! پیر و فیصلہ کل سے غائب ہیں۔ دراصل میں نے

ان سے تذکرہ کر دیا تھا کہ فیصلہ رو کے خلاف ثبوت نہیں مل رہے ہیں بس وہ بات انھیں لگ گئی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ عقبی حصہ سے کسی طرح عابدی کو کھٹی میں داخل ہوئے ہوں۔ لیکن ابھی تاکہ ان کا پتہ نہیں چلا ہے۔“

پھر ناصر مختصراً واقعات سناتے لگا۔

عمران گردن جھکائے مسننہ رہا۔ ویسے بلیکڈ بیر و بھی دہان پر موجود تھا۔ لیکن اس نے کسی خاص عہد و جہ کی کہانی نہیں سنائی تھی۔ اس لیے عمران کچھ نہیں بولا۔

”اب کیا پروگرام ہے۔“

ناصر نے پوچھا۔

”میں اپنا پروگرام بتا چکا ہوں۔“ اگر تم اس میں مزید کچھ ترمیم کرو

تو بتاؤ۔“

عمران نے کہا۔

”منہیں۔ ٹھیک ہے۔“ ناصر نے کہا اور عمران گردن جھکا کر فون

جو گزیر ڈرائیو لگ کا عادی تھا اور وہ بڑی نیرفتاری سے کار دوڑا رہا تھا اور بڑے
 میان اور دیریتھے حالات پر غور کر رہے تھے۔ انھوں نے ناصر کے لئے کافی مواد جمع
 کر لیا تھا اب مزید ثبوت کی ضرورت نہیں تھی۔ ناصر ان لوگوں پر بہ آسانی ہاتھ ڈال
 سکتا تھا۔ وہ سوچنے نہ رہے اور کار دوڑا دینی رہی۔ اور نہ جانے کب ان کی
 آنکھ جھپک گئی۔ رات کافی گزر گئی تھی۔ اور کار کے پچکولوں نے خواب آور
 گیس کا کام لیا تھا۔ اس نے بڑے میاں میں پرتا پوتہ پا کے۔ اور وہ اطمینان
 سے سوتے رہے اور جب آنکھ کھلی تو عجیب سی گھٹن کا احساس ہوا۔ انھوں
 نے حیرانی سے مائل دیکھا۔ کار کے ڈکے ہی میں تھے لیکن کار چل نہیں رہی تھی۔ انھوں
 نے جلدی سے ڈکاکھول دیا اور نیچے اتر آئے۔ چاروں طرف تاریکی تھی اور ہاتھ
 کو ہاتھ سمجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ چند قدم چلے اور پھر انھوں نے ٹارچ نکالی۔ ٹارچ
 کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی۔ اور وہ اپنے آپ پر لعنت بھیجنے لگے۔ وہ گرج میں
 بن تھے۔

لعنت ہے اس میں پر۔ تمام کام ہی چھوٹ ہو گیا۔ وہ بڑبڑائے۔
 اور گرج کے دروازے پر پہنچ گئے۔ باہر گفتگو کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔
 انھوں نے اس پر کان لگا دیا۔ لیکن الفاظ صاف سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ انھوں
 نے دروازے کو آڑہ مایا۔ کافی مضبوط دروازہ تھا۔ اور باہر سے بند تھا۔
 بڑی پریشانی میں تھے۔ نہ جانے کس جگہ پھنس گئے تھے۔ ریو اور موجود
 تھا تا کہ گولی مار کر بھی کھلا جا سکتا تھا لیکن باہر لوگ موجود تھے۔ نہ جانے وہ
 کتنے تھے اور نہ جانے یہ گرج کس جگہ واقع ہوا تھا۔ اس وقت ان کے
 پاس ان لوگوں کے خلاف زبردست ثبوت موجود تھے۔ اس لئے وہ کوئی
 رسک لینا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ پھر وہ کار کے قریب جا پہنچے اب تو

